الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین
محبان اھلسنت
WhatsApp
0333.2313790
FOLLOW US!
ON SOCIAL MEDIA
Muhibaneahlesunnat@HussainMemon92
& send to 40404
fb.com/muhibaneahlesunnat
Muhibaneahlesunnat
Hussain
telegram.me/muhibaneahlesunnat

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
نَحۡمُدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

تفسیرِ سورۂ والضحیٰ

مجددِ دوراں غوثِ زماں مفتی سوادِ اعظم رئیس المحققین امام المتکلمین
تاجدارِ اہلسنت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص وتحشیہ
ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)
(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مجددِ دوراں، غوثِ زماں، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین
مفسر اعظم حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : تفسیر سورۂ والضحیٰ

خطبہ : تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ

تلخیص وتحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰ انصاری اشرفی

نوٹ: کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے ﴿☆☆☆﴾ ملیں
سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح واضافت ہے

تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)

اشاعت اُول : فبروری ۲۰۰۶ تعداد : ۵۰۰۰ (پانچ ہزار)

قیمت: 30 روپیئے

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰ انصاری اشرفی کی تصانیف

روحانی وظائف: مجرب قرآنی وظائف اور دُعاؤں کا رُوحانی خزانہ......زندگی کے اہم ترین مسائل اور پریشانیوں کا حل...... جاہل اور نیم نچوڑ عاملوں سے نجات......جسمانی ورُوحانی امراض کا توڑ دُعاؤں کی قبولیت، مقاصد میں کامیابی اور حصولِ فیوض کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔
استخارہ (مشکلات سے چھٹکارہ)، آیاتِ حفاظت، آیاتِ رزق، قرض سے چھٹکارہ، نظرِ بد کا توڑ، قوتِ حافظہ اور امتحان میں کامیابی، میاں بیوی کے جھگڑوں کا توڑ، ضدی اور نافرمان اولاد کا علاج، نورانی راتیں (نمازیں اور دُعائیں)، شادی میں رکاوٹ اور اُس کا علاج، آیات شفاء، جادو کا قرآنی علاج، قصیدہ غوثیہ، شیطانی وساوس کا قرآنی علاج، فضائل وبرکات لاحول ولاقوۃ، فاتحہ سے علاج

حقیقتِ توحید : اسلام کے بُنیادی عقیدۂ توحید کو قرآن وحدیث اور علماءِ اُمّت کے ارشادات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ دلائلِ توحید، توحید اور شفاعت، شانِ کبریائی اور منصبِ رسالت، ربوبیت عامہ اور خاصہ، صفاتِ الٰہی، عقیدۂ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ، عبادت اور تعظیم، عبادت اور استعانت، وحدت وتوحید، بشریت وعبدیت مصطفیٰ ﷺ ......اس کتاب کے موضوعات ہیں

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
شانِ نزول و ترجمہ سورۂ والضحیٰ	۵	ضالا کی علمی تحقیق اور قرآنی	۴۰
روز روشن اور رات کی جامع تشریح	۶	استدلال	
شانِ محبوبیت اور سنت الٰہی	۹	قرآن مجید کے غلط ترجموں کی	۴۱
کفار کے اعتراضات اور اللہ تعالیٰ کا	۹	نشاندہی	
اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے جواب		حضور ﷺ ہدایت کے امین	۴۸
آخرت اور مستقبل کی بھلائی	۱۱	اور دین حق کے علمبردار ہیں	
مقام محمود پر مبعوث اور قائم فرمایا جانا	۱۳	حضور ﷺ کا غنا	۵۱
میدانِ محشر میں حضور ﷺ کی شفاعت	۱۴	حضور ﷺ غنی بناتے ہیں	۵۲
حضرت جنید بغدادی اور احترام سادات	۲۱	اللہ رسول عطا فرماتے ہیں	۵۵
نسبت کی قدر و منزلت	۲۲	یتیم کے ساتھ حسن سلوک	۵۶
اہلبیتِ رسول کی محبت ایمان ہے اور اُن	۲۳	دربارِ رسالت ﷺ کے سائل	۵۸
سے بغض نفاق ہے		بارگاہِ رسالت کا گستاخ	۶۷
دینِ حق اور غلبہ اسلام	۲۳	و بدبخت سائل	
حضور ﷺ کی رضا اور شفاعت	۲۹	حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے	۶۷
مقام محبوبیت ۔ کوثر کی تشریح	۳۱	خصوصی انعامات	
خلیل اور حبیب	۳۷	تحدیث نعمت	۶۸
کلیم اور حبیب	۳۸	نعمت عظمیٰ اور احسان عظیم	۷۰
اللہ تعالیٰ کی حضور ﷺ پر خصوصی عنایات	۳۹	محفلِ میلاد مصطفیٰ ﷺ	۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ　　صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا　　اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدَا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا　　اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی

اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدًا　　صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا　　اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ　　نام ہو اولیاء کے ساتھ حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ　　پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے　　نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے　　تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک　یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع، ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب، عبادت و استعانت اور شرک کی جاہلانہ تشریح۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں، سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بدمذہبوں کا مدلل و تحقیقی جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

تفسیر سورۃ والضحیٰ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ من کان نبیاً واٰدم بین المآء والطین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین . أما بعدُ فقد قال الله تعالیٰ ﴿وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ؕ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ؕ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ۪ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی ۪ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ؕ فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَاتَقۡھَرۡ ؕ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَاتَنۡھَرۡ ؕ وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ۫﴾ (الضحیٰ)

قسم ہے چاشت (روز روشن) کی' اور رات کی جب وہ تاریکی کا پردہ ڈالے (جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے)' اے محبوب ! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بیزار (ناراض) ہوا' اور بیشک ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے (آخرت دُنیا سے بدرجہا) بہتر ہے' اور (اے محبوب !) بیشک عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ کیا اُس نے آپ کو یتیم نہ پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا (آغوشِ رحمت میں جگہ دی)' اور آپ کو اپنی محبت میں گم (خود رفتہ' متوالا) پایا تو اپنی طرف راہ دی (اپنے تک پہونچنے کی راہ پر گامزن کیا' منزلِ مقصود تک پہنچا دیا)' اور آپ کو حاجت مند (اہل وعیال والا) پایا تو غنی فرما دیا' پس کسی یتیم پر آپ شدت نہ فرمائیں (سختی نہ کریں) اور سائل کو نہ جھڑکیں (جو مانگنے آئے اُس کو مت جھڑکئے)' اور اپنے رب کریم کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

تصور میں رُخِ پاکِ رسالت ہو تو کیا کہنا — جہاں جاؤں وہاں نورِ ہدایت ہو تو کیا کہنا
مجھے سارے جہاں سے ایسی غفلت ہو تو کیا کہنا — نہ آئے یاد کچھ بھی ماسوائے گنبدِ خضریٰ

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

قرآنِ کریم کی اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کا میں نے شرف حاصل کیا ہے اس کا سیدھا سا ترجمہ آپ کے سامنے عرض کر دیا۔ اس سورۂ مبارکہ کے شانِ نزول کو بھی دیکھئے

﴾☆☆☆☆ ابتدائے بعثت میں کچھ عرصہ نزولِ وحی کا سلسلہ جاری رہا اور پھر چند دنوں تک رُک گیا۔ حضور ﷺ کی طبع مبارک پر بہت گراں گزرا' وہ کان جو کلامِ الٰہی سننے کے عادی ہو چکے تھے ' وہ دل جو ارشاداتِ ربانی کا خوگر ہو چکا تھا اُس کے لئے یہ بندش نا قابل برداشت تھی۔ نیز کفار نے بھی طعنہ زنی شروع کر دی کہ محمد ﷺ کو خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہوگیا ہے اس لئے وحی کا نزول رُک گیا ہے۔ تاک میں رہنے والوں کو موقع مل گیا' کچھ لوگ تو موقع کی تاک میں رہتے ہی ہیں اور اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کسی کی زبان سے یہ کلمہ ہی ظاہر ہوگیا **ان محمدا اودعه' ربه وقلیٰ** محمد کو اُن کے رب نے چھوڑ دیا' محمد سے اُن کا رب ناراض ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ان خرافات کی تردید قسم ارشاد فرما کر کی اور اپنے محبوب کریم کو بھی تسلی دی کہ آپ پریشان نہ ہوں جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کی تاریکی میں گوناگوں حکمتیں ہیں اسی طرح نزول وحی اور پھر اس کے انقطاع میں بھی بڑی بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔

یہاں مختصراً یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ ان آیات میں اُن عنایات بے پایاں اور احسانات عظیم کا تذکرہ فرمایا جا رہا ہے جو رحمٰن ورحیم رب العلمین نے اپنے محبوب ترین بندے اور رؤف ورحیم رسول پر فرمائیں۔ بعد ازاں اس رحمت للعالمین کو اپنی مخلوق پر ابرِ رحمت بن کر برسنے کے جو سلیقے اور آداب سکھائے اُن کا ذکر ہو رہا ہے۔ دینے والے کی شانِ کریمی کی کوئی حد نہیں تو لینے والے کے ظرف اور دامن کی وسعت بھی فکر انسانی کی حدود سے ماوریٰ ہے۔

﴾وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰیْ ﴿

قسم ہے چاشت (روز روشن) کی' اور رات کی جب وہ تاریکی کا پردہ ڈالے (جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے)' اے محبوب ! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بیزار (ناراض) ہوا۔ جب سورج پوری آب وتاب سے چاشت کے وقت چمکنے لگتا ہے اس وقت کو الضحیٰ کہتے ہیں۔ علامہ قرطبی اور کئی دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ الضحیٰ کا لفظ رات کے مقابلہ میں ذکر کیا جائے تو اُس وقت اس سے مُراد صرف چاشت کا وقت نہیں بلکہ سارا دن ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ ضحٰی سے مراد وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور رات سے مُراد شبِ معراج ہے۔ (قرطبی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں ''بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ضحیٰ سے مُراد حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن اور لیل سے شبِ معراج مُراد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ ضحیٰ سے مُراد حضور ﷺ کا رُخ انور ہے جس سے دل چمک گئے اور لیل سے زلفِ عنبریں جس کے صدقہ میں سیاہ کاروں کی عیب پوشی ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضحیٰ سے مُراد نورِ علم ہے جو حضور ﷺ کو دیا گیا تھا جس کے سبب سے عالمِ غیب کے مخفی اسرار بے نقاب اور منکشف ہوئے اور لیل سے مُراد حضور ﷺ کا عفو ودرگزر کا خلق ہے جس نے اُمت کے عیبوں کو ڈھانپ دیا۔ بعض علماء کا ارشاد ہے کہ دن سے مُراد حضور ﷺ کے ظاہری احوال ہیں جن سے مخلوق آگاہ ہے رات سے مُراد حضور ﷺ کے احوالِ باطن ہیں جن کو علام الغیوب کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ ضحیٰ سے مراد حضور کا زمانہ ہے جب کہ نبوت کا سورج ظاہر تھا اور لیل سے مراد حضور کے بعد کا زمانہ' خلافت راشدہ کے دور میں چاندی رات تھی' بعد میں اندھیری رات ہے' جس میں علماء وصوفیاء کی مشعلیں چمک رہی ہیں۔ ضحیٰ سے مراد ظہور عظمت کا زمانہ ہے اور لیل سے مراد غربت اسلام کا زمانہ ہے جو قریب قیامت ہوگا......(تفسیر عزیزی)

روشن دن اور تاریک اور پُرسکون رات کی قسم ارشاد فرما کر اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعتراضات اور مطاعن کی تردید فرمائی اور ساتھ ہی اپنے حبیب کی دلجوئی کر دی کہ اے محبوب ! آپ کے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے بلکہ وحی کے نزول میں بھی اس کی حکمت تھی اور اس کے انقطاع میں بھی کئی حکمتیں مضمر ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں رب کی رحمت کا تعلق ہمیشہ تمہارے ساتھ رہا کیونکہ وَدَّعَ (چھوڑا) ماضی مطلق ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ پہلے ہی سے نبی ہیں' اگرچہ نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر میں ہوا' دوسرے یہ کہ حضور ﷺ میں خدائی طاقتیں ہیں کیونکہ آپ کا کنکشن ہمیشہ رب سے ایسا ہے جیسا مشین کا تعلق بجلی کی پاور سے' جیسے مشین میں بجلی کی پاور ہوتی ہے

حضور ﷺ میں اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت ہے‘ اس پر آیات واحادیث شاہد ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو رب تعالیٰ سے ایسی وابستگی ہے جیسے لیمپ کے نور کو چمنی سے کہ جہاں لیمپ کا نور ہے وہاں چمنی کا رنگ جو حضور ﷺ سے وابستہ ہے وہ رب سے تعلق رکھتا ہے۔ جو حضور ﷺ سے علحدہ ہے وہ رب سے علحدہ۔ رب تعالیٰ آپ سے کبھی ناراض نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے کبھی کوئی ایسا فعل سرزد ہی نہ ہوا جو رب کی ناراضگی کا باعث ہو۔

☆☆☆

کہنے والے نے تو استہزاً ایک بات کہہ دی‘ اس کا جواب میرے رسول خود ارشاد فرما سکتے تھے۔ ہم نے تو سنتِ انبیاء دیکھی ہے کہ جب قوم نے اعتراض کیا تو نبی نے جواب دیا۔ اسی سنت کے تحت میرے رسول بھی جواب دے سکتے تھے مگر یہاں کچھ دوسرے اہتمام کو دیکھئے کہ اے محبوب ! ان باتوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں‘ مشکلات کو مُنہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے اور آپ کو کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے مگر ایسا بھی نہ ہوگا کہ اعتراض کرنے والا اعتراض کرے اور جواب بھی نہ دیا جائے۔ اے محبوب ! آپ اس کا جواب نہ دو‘ میں اس کا جواب نازل فرماؤں گا۔ اے محبوب اگر جواب آپ کی زبانِ مبارک سے نکل آیا تو یہ جواب احادیث کی کتابوں میں محفوظ رہے گا۔ بخاری شریف ہو کہ مسلم شریف‘ ابن ماجہ ہو کہ نسائی شریف‘ ابوداؤد ہو کہ ترمذی شریف......احادیث کی کتابیں اپنے اندر محفوظ رکھیں گی اور جب روایتیں چلتی ہیں اور اُن پر صدیاں گذر جاتی ہیں تو بعد میں اُن روایتوں کا وہ مقام نہیں رہ جاتا‘ راویوں کی کثرت روایت کو اپنی حقیقی اصلی درجہ پر رہنے نہیں دیتی۔ بعض اعتراض کرسکتا ہے‘ سوچ سکتا ہے ایک روایت کے بارے میں تنقید کرسکتا ہے کہ اس کا فلاں راوی ضعیف ہے فلاں راوی ثقہ نہیں ہے کوئی سند میں الجھا ہے کوئی مضمون سے ٹکرا رہا ہے۔ جب دشمن کو حمایت کرنے کا وقت آ گیا تو رسول کی حدیث پر نکتہ چینی کرنے لگا‘ روایتوں سے ٹکرانے لگا‘ اسناد سے الجھنے لگا۔ تو پروردگار نے فرمایا کہ اے محبوب ! تمہیں جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے یہ مسئلہ بڑا اہم ہے اور بات بہت ہی اہم ہے اور ہر دور میں اس کے جواب کی اہمیت ہونی چاہئے۔ اے محبوب ! احادیث کی کتابوں میں ان کے جوابات کو

محفوظ کرانے کی ضرورت نہیں، میں جب اس کا جواب دوں گا تو حدیث کی صورت میں اس کا جواب نہ ہوگا۔ قرآن شریف کلام کی صورت میں نازل ہوگا، نہ کوئی کہے گا کہ راوی ضعیف ہے، نہ کوئی روایت ٹکرائے گی، نہ کوئی یہ کہے گا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کا ایک مقام ووجود رہے گا اور نہ کوئی یہ کہے گا کہ یہ بریلوی کے لوگ کہتے ہیں **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

﴾☆☆☆☆ شانِ محبوبیت اور سنت الٰہی :

انبیاء ومرسلین کے درمیان حضور سید المرسلین ﷺ کی شان محبوبیت امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ دیگر انبیاء کو اپنی امت کے اعتراضات کا جواب خود دینا پڑا لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے خود اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

کفار کے اعتراضات اور اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے جواب :

کفار مکہ نے کہا		اللہ تعالیٰ نے جواب دیا
﴾يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ﴿ (حجر/۶) اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے تم یقیناً مجنون ہو۔		﴾مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ﴿ (قلم/۲) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔
﴾اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا﴿ (فرقان/۸) تم ایسے شخص کی پیروی کرتے ہوئے جس پر جادو ہوا ہے۔		﴾اُنۡظُرۡ كَيۡفَ ضَرَبُوۡا لَكَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَبِيۡلًا﴿ (فرقان/۹) اے محبوب ذرا دیکھو کہ کیسی باتیں یہ تمہارے متعلق کہہ رہے ہیں یہ ایسے گمراہ ہوگئے کہ اب ہدایت کی کوئی راہ ان پر نہیں کھل سکتی۔

کفار مکہ نے کہا		اللہ تعالیٰ نے جواب دیا
﴿لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (انفال/۳۱) اگر ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے ۔ یہ تو صرف اگلوں کے قصے ہیں۔		﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل/۸۸) اے محبوب تم فرمادو کہ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کے مثل کچھ بنا کر لے آئیں تو اس کا مثل وہ ہرگز نہیں لاسکیں گے اگرچہ سب آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔
﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِى الْاَسْوَاقِ﴾ (فرقان/۷) یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے		﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ﴾ (فرقان/۲۰) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے۔
﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ (رعد/۴۳) (اے محمد ﷺ) تم رسول نہیں ہو۔		﴿يٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (یٰس/۴) یٰسٓ ۔ قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔
﴿اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل/۹۴) کیا اللہ تعالیٰ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔		﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل/۹۵) اے محبوب تم فرمادو کہ اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو ہم ان پر رسول بھی فرشتہ اتارتے۔ ☆☆☆﴾

کفار نے جب طعنہ زنی شروع کر دی کہ محمد ﷺ کو خدا نے چھوڑ دیا ہے، ناراض ہو گیا ہے

اس لئے وحی کا نزول رُک گیا ہے تو رب تعالیٰ نے جواب ارشاد فرمایا مگر عجیب وغریب انداز ہے۔ خطاب رسول ہی سے ہے حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا جنھوں نے خطاب کیا تھا اُن کومخاطب کیا جاتا کہ اے بے وقوفو ! میں نے اپنے حبیب کونہیں چھوڑا۔ اے نادانو ! میں نے اپنے حبیب سے ناراض نہیں ہوا۔ جوفریق تھے اُن کومخاطب کیا جانا چاہئے تھا مگر نہیں فرمایا ﴿وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ﴾ اے محبوب ! تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا اور تم سے ناراض نہیں ہوا۔ کیا محبوب کہہ رہے تھے کہ میرا رب مجھ سے ناراض ہوگیا ہے۔ جب ایسی بات نہ تھی تو رسول کومخاطب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ مخاطب تو انھیں بنایا جاتا جومنکر تھے، مخاطب انھیں بنایا جاتا جنھوں نے تمسخر کیا تھا۔ مگر فرمایا اے محبوب ! سکھانا انہیں کو ہے اور سمجھانا انہیں کو ہے، علم انہیں کو دینا ہے، شعور انہیں کو دینا ہے۔ یہیں سے پتہ چل گیا کہ جب رسول کی باتیں کرو تو ایمان والوں کومخاطب بنالو، سمجھانا تو ایمان والوں کونہیں کسی اور کو ہے **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

ذراغور کرو، فرماتا ہے ﴿وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴾ قسم ہے چاشت (روزِروشن) کی، دیکھو قرآنِ کریم عرب کی زبان پر نازل فرمایا اور عرب کا طریقہ ہے کہ جب کسی بات کی تاکید وتوثیق پیش کرتے تو قسمیں کھاتے تھے تو رب تبارک وتعالیٰ نے بھی اُن کے طرزِ کلام کی رعایت فرماتے ہوئے قسم ارشاد فرمایا۔ عموماً لوگ یہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے قرآن میں فلاں کی قسم کھائی۔ کبھی یہ نہ کہو کہ قسم کھائی کیونکہ رب تبارک وتعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔ اگر کہنا ہوتو یہ کہو کہ قسم ارشاد فرمایا، یا قسم یاد فرمایا۔

﴿ **وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی** ﴾ (۱) اے محبوب ! آپ کی آخرت دُنیا سے بہتر (۲) اے محبوب ! آپ کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے (۳) اے محبوب ! آپ کی وہ آخری گھڑی آفتاب رسالت کے غروب ہونے کی گھڑی ہے وہ آخری گھڑی اس کے پہلے کی گھڑی سے بہتر (۴) لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی میں ل تعلیل کا ہے یعنی اے محبوب ! آپ کی وجہ آخرت دُنیا سے بہتر ہوئی، کس کے لئے؟ آپ کے چاہنے والوں کے لئے، آپ کے

ماننے والوں کے لئے آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے(۵) اے محبوب ! آپ کی وجہ سے آپ کے ماننے والے کی آخری گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔

﴿☆☆☆ آپ کے لئے برزخی زندگی، دُنیاوی زندگی سے بہتر ہے کہ اس میں آپ کو ہر وقت وصال اور ہر آن آپ کو معراج ہے۔ اس سے مسئلہ حیات النبی ثابت ہوا۔ حضور ﷺ کی رُوح برزخ میں بہترین جگہ ہے اور بہتر جگہ حضور کا جسم اطہر اور قبرانور ہے جو جنت بلکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ آپ کی اُخروی زندگی جو بعد قیامت شروع ہوگی، دُنیاوی زندگی سے افضل ہے کہ دُنیا میں آپ کے فضائل قال سے معلوم ہوئے، وہاں حال سے معلوم ہوں گے، جن کا کوئی انکار نہ کر سکے گا۔ یوسف علیہ السلام کی قدر مصر میں معلوم ہوئی، حضور ﷺ کی عظمت کما حقہٗ قیامت میں ظاہر ہوگی، وہاں آپ کے لئے مقام محمود شفاعت کبریٰ تمام نبیوں کے حق میں آپ کی گواہی ہوگی۔ حوض کوثر، وسیلہ عطا فرمایا جائے گا۔ ہر آخری گھڑی آپ کے لئے پہلی گھڑی سے افضل ہے کہ ہر آن آپ کے درجات بلند ہوتے رہیں گے اور آپ کا چاند عروج پر رہے گا۔ آپ کے توسل اور آپ کی وجہ سے لوگوں کی آخرت دُنیا سے بہتر ہوگی جو آپ کو چھوڑ دے گا وہ آخرت میں ذلیل ہوگا۔ ☆☆☆﴾

القرآن بوجودٍ قرآن مختلف وجود رکھنے والا ہے، مختلف گوشے رکھنے والا ہے اور ہر وہ گوشہ جس کی تائید دلائل و براہین سے ہو وہ خود حجت ہے اور وہ قرآن ہی ہے یہ نہ سمجھ لے کہ ہم شاعری کر رہے ہیں یا اپنی طرف سے ترجمہ کر رہے ہیں اور دوسرے دلائل جس کے مؤید ہوں وہ بھی قرآن ہی سمجھا جائے گا۔ میرے رسول کی آخرت دُنیا سے بہتر ہے۔ اس دُنیا میں رسول کی کیا شان تھی۔ اس دُنیا میں دُرود پڑھنے والوں نے دُرود پڑھا تو پتھر برسانے والوں نے پتھر بھی برسایا۔ اس دُنیا میں کسی نے اگر میرے رسول کے قدموں پر اپنی گردن کٹا دی تو اسی دُنیا میں میرے رسول کے سامنے نیزہ دکھلایا گیا۔ ذرا غور تو کرو محبت کرنے والے بھی یہاں، عداوت کرنے والے بھی یہاں ہیں، اچھا کہنے والے بھی یہاں ہیں، بُرا کہنے والے بھی یہاں ہیں۔ اس دُنیا میں ہر قسم کے لوگ ہیں مگر اے محبوب ! تم کو یہ پتھر برسانے والے بھی دیکھ رہے ہیں، نیزہ برسانے والے بھی دیکھ رہے ہوں گے جو یہاں نہیں سمجھ سکتے تھے اُن کو بھی ماننا پڑے گا

اور ایک ایسا مقام آئے گا یعنی آخرت میں اے محبوب ! آپ کو ایسا مقام دیا جائے گا جسے مقام محمود کہا جاتا ہے لوائے حمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا سارے اہل محشر آپ کی تعریف کریں گے۔

﴿☆☆☆ **مقام محمود پر مبعوث اور قائم فرمایا جانا:**﴿**عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا**﴾ (بنی اسرائیل ۷۹) یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر

عنقریب آپ کا رب تعالیٰ آپ کو محبوبیت اور محمودیت کے اعلیٰ مقام پر مبعوث اور قائم فرمائے گا۔ دنیا میں بھی، آخرت میں بھی، قبر میں بھی، حشر میں بھی۔ دُنیا میں اس طرح کہ ابھی تو یہ کفارِ مکہ بعض خبیث نفسوں کے اُکسانے بھڑکانے ورغلانے کی وجہ سے آپ کے دشمن اور گستاخ بنے ہوئے ہیں مگر بہت جلدی ایسا ہونے والا ہے کہ قلوب عالمین اور ارواح کائنات میں آپ کی مدحت سرائی ہوگی دُنیا کے ہر شجر و حجر سے آپ کی شان ورفعت کے نغمے بلند ہوں گے۔ آپ کی محمودیت کا وہ اونچا مقام ہوگا کہ رُوح کی گہرائیوں عشق کی پنہائیوں سے تا قیامت آپ کی نعت خوانی ہوتی رہے گی۔ عرش وفرش کے اہل ایمان آپ کی محبت میں وارفتہ وسرشار ہوں گے، یہی نہیں بلکہ جس شجر و حجر، شہر و بیاباں، مُلک وملکوت ......کو آپ سے نسبت ہو جائے گی قیامت تک اس کے بھی قصیدے پڑھے جائیں گے۔ اہل دُنیا اپنی حکومت وامارت وزارت وبادشاہت کے بل بوتے پر اجسام واملاک پر تو قبضہ جما سکتے ہیں لیکن قلبی محمود ومحبوب نہیں بن سکتے۔ چنگیز وہلاکو جیسے لوگ ہلاکت کے شہسوار تو بن سکتے ہیں لیکن قلبی محبت وعشق کا مرکز نہیں بن سکتے، یہ مقام محمود تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے۔ قبر میں دیدار کی جلوہ ریزی امتحان انسانیت کی کامیابی کے لئے کسی کی ابروئے چشم کی منتظری ہوتی ہے اور میدان محشر میں تو مقام محمود کی شان ہی نرالی ہوگی کہ جب تڑپتی پھڑکتی انسانیت دیکھے گی مانے گی کہ :

مسیح و صفی خلیل و نجی سب سے کہی، کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

احادیث میں بہت سی شاندار ومشہور متواتر ارشادات نبوت ہیں جن سے شفاعت کبریٰ

کا ذکر وثبوت ملتا ہے۔ عرش کے نیچے سجدہ ریزی شفاعت اور جنت کا دروازہ آپ کے لئے کُھلنا ' صدرِ محشر بنایا جانا ' حساب وکتاب کو جلدی ختم فرما کر محفل نعت خوانی کا انعقاد ہونا ' اس سے بڑھ کر مقام محمود کس کو نصیب ہوسکتا ہے؟ یہی مقام محمود ہے دُنیا کی سلطنت قلبوں کی محبوبیت عرش ولامکاں کے سعودیت تا قیامت قرآن وحدیث کی حکومت ومقبولیت قبر کی جلوہ ودِیدارِ محشر کی تخت نشینی ہر طرف مقام محمود کی بکھیر ہے۔

یارب یہ التجاء ہے کہ محشر میں جو بھی ہو نعتِ رسولِ پاک کی محفل ضرور ہو

یقیناً آپ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا جس کی جلالت شان کو دیکھ کر دُنیا بھر کی زبانیں تیری ثنا گستری اور حمد وستائش میں مصروف ہوجائیں گی۔ مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ھو المقام الذی اشفع فیه لامتی** یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ ☆☆☆

میدانِ محشر میں حضور ﷺ کی شفاعت :

فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور 'ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے'
کھڑا اخترؔ عاصی درِ مقدس پر حضور آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے

کیا بتاؤں قیامت کا میں ماجرا ' رحمتوں غفلتوں کا ہے اک معرکہ
دل کو انکی شفاعت پہ ایمان بھی ' عقل اپنے کئے پر پشیمان بھی

روزِ حشر جب ہر دل پر خوف وہراس طاری ہوگا جلال خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ اُس وقت تمام لوگوں کی نظریں شفاعت کرنے والے کو تلاش کریں گی۔ سارے اہلِ محشر پریشان ہیں کہ حساب کتاب میں تاخیر ہورہی ہے۔ آفتاب سوا نیزہ (میل) پر ہوگا۔آفتاب قریب ہے زمین تپ رہی ہوگی۔ کوئی آدھے پسینے میں ہے' کوئی گلے تک پسینے میں ہے' سب اس میں غوطے کھا رہے ہوں گے۔ ایسے وقت تعجیل حساب (حساب کتاب میں جلدی) کے لئے جب قوم حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی مدد لینے کے لئے پہونچے گی تو سیدنا آدم علیہ السلام غیر کی راہ دکھائیں گے اور فرمائیں گے **نفسی نفسی** ۔

اذھبوا الی غیری دوسرے مددگار کے پاس جاؤ۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ **اذھبوا الی اللہ** (اللہ کے پاس جاؤ) بلکہ سیدنا آدم علیہ السلام دوسرے کے پاس بھیج رہے ہیں۔ حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نے یہی کہا **نفسی نفسی ۔ اذھبوا الی غیری** دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا **نفسی نفسی ۔ اذھبوا الی غیری** دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا **نفسی نفسی ۔ اذھبوا الی غیری** دوسرے کے پاس جاؤ۔ تعجب یہ ہے کہ یہ انبیاء ایک دوسرے کی طرف بھیج رہے ہیں مگر یہ نہ کہیں گے **فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ** اللہ کی طرف جاؤ۔ قوم ایک دوسرے سے ہوکر آخر میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائے گی۔اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یہ نہیں فرمائیں گے کہ **اذھبوا الی غیری** دوسرے کے پاس جاؤ بلکہ وہ آخری کا پتہ دیں گے، دیکھو ادھر جاؤ۔ شفاعت کا دروازہ وہی کھولیں گے۔ سب لوگ سرکار عربی شفیع المذنبین حضور رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ انبیاء علیہم السلام کے **نفسی نفسی** کہنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کام کے لئے امام الانبیاء موجود ہیں۔ دیکھو وسیلہ کا عقیدہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ حضرت آدم سے لیکر رسول عربی تک کسی نبی کو انکار نہیں ہے۔ وسیلہ کا انکار کرنے والے بھی قیامت میں وسیلہ کے لئے دوڑتے رہیں گے۔ حضور ﷺ فرمائیں گے **انا لھا ۔ انا لھا** ہم اسی لئے ہیں۔ حضور ﷺ عرش عظیم کے قریب پہنچ کر سجدہ میں گر جائیں گے۔ اپنی پاک اور مطہر زبان نور سے سبّوح وقدوس رب کی حمد وثناء کریں گے۔ ادھر سے آواز آئے گی **یا محمد ارفع رأسك قل تسمع اسئل تعط اشفع تشفع** اے سراپا خوبی وزیبائی اپنے سر مبارک کو اُٹھاؤ، کہو تمہاری بات سُنی جائے گی، تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے، تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرماتے جائیں گے۔ (میرے پیارے محمد ! اپنا سَر سجدے سے اُٹھاؤ، یہ تو **ارفع راسك** کا لفظی ترجمہ ہے جب کہ اہل معرفت کے ہاں اس کا ایک وجدانی ترجمہ بھی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ **ارفع راسك** کے ذریعے فرمائے گا اے محبوب ! ذرا اپنا مکھڑا تو دکھاؤ، جب آدمی سجدے سے سَر اُٹھاتا ہے تو اس کا چہرہ اُوپر ہو جاتا ہے اور جو روبرو

دیکھ رہا ہو اُس کی نظر سیدھی چہرے پر پڑتی ہے۔ یہ گویا محبّ کے سامنے محبوب کی محبوبانہ جلوہ آرائی ہوگی) اس طرح شفاعت حبیب سے اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں کا دروازہ کُھلے گا۔ شفاعتِ کبریٰ میں حضور شافع محشر ﷺ سارے اہل محشر کی طرف سے سفارش کریں گے جو یہاں شفاعت کا انکار کررہے ہیں اُن کی بھی شفاعت فرمائیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ شفاعت فرماتے ہیں اور شفاعت کا آغاز ہوجاتا ہے یہی وہ مقام ہے کہ سارے اہلِ محشر (موحدین، منکرین ومشرکین ومنافقین وکافر سب ہی) میرے رسول کی تعریف کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ مقام محمود پر میرا رسول لوائے حمد لیا ہوا نظر آرہا ہے ﴿ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴾ اے محبوب ! آپ کی آخرت دُنیا سے بہتر۔

بتاؤ قیامت کے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا قیامت حساب کتاب کے لئے قائم ہوگی؟ حساب کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ کیا خدا عالم الغیب والشہادہ نہیں؟ وہ کیا تمہارے کرتوتوں سے واقف نہیں؟ کیا خدا تمہارے اعمال سے باخبر نہیں؟ مجھے بتاؤ قیامت کی کیا ضرورت ہے؟ خدا جسے چاہے اپنے فضل سے جنت میں پہنچادے اور خدا جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم میں ڈال دے۔ ہے کوئی دَم مارنے والا۔ اگر لکھنا پڑھنا ضروری ہے تو وہ لکھ ہی رہے ہیں۔ لکھنے کی کیا ضرورت ہے خدا علیم خبیر ہے۔ بولو اگر اللہ تعالیٰ جہنمیوں کو بغیر حساب کتاب کے اگر جہنم میں ڈال دے تو کیا وہ جاکر شور مچائیں گے، اسٹرائک کریں گے، کیا احتجاج کریں گے، کالے پتلے لگائیں گے کالے جھنڈے لگائیں گے، حساب انقلاب زندہ باد کے نعرے لگائیں گے۔ دَم مارنے کی گنجائش نہیں۔ کیا ضرورت ہے حساب کتاب کی؟ آج سمجھ میں نہ آئے پھر سونچو، بار بار سونچتے رہو۔ جو رسول کے مقام اور رسول کے مرتبہ سے واقف نہیں، اُن سے بھی پوچھو کیا ضرورت ہے قیامت کی؟ دوستو ! رحمتِ خداوندی آواز دے رہی ہے کہ اے نادان حساب کتاب کے لئے قیامت نہیں ہے۔ اے محبوب (ﷺ) اگر قیامت نہ ہوتی تو ہوجاتا کہ ہم جنتی کو جنت میں پہنچادیتے، جہنمی کو جہنم میں پہنچادیتے ......مگر اے محبوب (ﷺ) اگر قیامت نہ ہوگی تو مقامِ محمود پر تمہیں کون دیکھے گا؟ لوائے حمد تمہارے ہاتھ میں کون دیکھے گا؟ میزان

پر سہارا دیتا ہوا کون دیکھے گا ؟ تمہیں پُل صراط پر بچاتا ہوا کون دیکھے گا ؟ تم کو جہنم سے نکالتا ہوا کون دیکھے گا ؟ تمہیں جنت کا دروازہ کھولتا ہوا کون دیکھے گا ؟ تو اے محبوب ﷺ ! قیامت حساب کتاب کے لئے نہیں، تمہارا مرتبہ دِکھانے کے لئے ہے **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ محشر کا تمہاری شانِ محبوبی دِکھائی جانے والی ہے

☆☆☆☆☆ علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور پُرنور سرورِ عالمیاں پانچ شفاعتیں فرمائیں گے :

١ شفاعت عامہ جس سے مومن اور کافر، اپنے بیگانے سب مستفیض ہوں گے۔

٢ بعض خوش نصیبوں کے لئے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔

٣ وہ موحد جو اپنے گناہوں کے باعث عذابِ دوزخ کے مستحق قرار پا جائیں گے۔ حضور ﷺ کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے۔

٤ وہ گنہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا حضور شفاعت فرما کر اُن کو وہاں سے نکالیں گے۔

٥ اہل جنت کے مدارج میں ترقی کے لئے سفارش فرمائیں گے۔

خود سوچئے جس کا دامنِ کرم سب کو ڈھانپے ہوگا، جس کی محبوبیت کا ڈنکہ ہر جگہ بج رہا ہوگا، جس کی جلالتِ شان اپنے بھی دیکھیں گے اور بیگانے بھی۔ ایسے میں کونسا دل ہوگا جو اس محبوب کی عظمت کا اعتراف نہ کرے گا اور کونسی زبان ہوگی جو اُس کی تعریف وتوصیف میں زمزمہ سنج نہ ہوگی۔

یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اے مکّہ کے باشندو ! تم جس کی راہ میں کانٹے بچھانا اپنا مقدس فرض سمجھتے ہو جسے طرح طرح سے اذیت دے کر اپنی تفریح کا سامان کرتے ہو، طرح طرح کے شکوک وشبہات میں گرفتار ہو کر میرے برگزیدہ بندے کی جلالت شان کا انکار کرتے ہو۔ اس کی حقیقت سے پردہ تب اٹھے گا جب داورِ محشر عزت وجلال کے عرش پر متمکن ہو کر ہر چیز کو اپنے دربار میں جوابدہی کے لئے طلب فرمائے گا چنانچہ حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ حضور پُرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یؤمئذٍ آدم ومن سواہ الا تحت لوائی** (ترمذی شریف) یعنی قیامت کے دن ساری اولادِ آدم کا سردار میں ہوں گا، حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا، سارے نبی میرے پرچم کے نیچے جمع ہوں گے، یہ ساری باتیں اظہارِ حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں، فخر ومباہات مقصود نہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ستائیس صحابہ سے حدیث شفاعت مروی ہونے کی تصدیق کی ہے۔ لیکن ان صریح احادیث صحیحہ کے باوجود معتزلہ اور خوارج نے شفاعت کا انکار کیا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے۔ پس بڑا بدبخت ہے وہ آدمی جو شفاعت کا منکر ہے۔ **قال السیوطی هذا حدیث متواتر فتعس من انکر الشفاعة** ۔ امام بخاری اور مسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا **انـه سیکـون فـی هـذه الامة قـوم یکذبون بـعذاب القبر ویکذبون بالشفاعة** کہ اس اُمت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو عذاب قبر کی بھی تکذیب کریں گے اور شفاعت کا بھی انکار کریں گے۔ آج سے پہلے بھی اس کا انکار معتزلہ اور خارجیوں نے کیا اور آج بھی ایک طبقہ بڑی شدومد سے اس کا منکر ہے اور جب دلائل صحیحہ کے باعث انکار نہیں کرسکتے تو شفاعت کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں جس میں شانِ مصطفیٰ ﷺ کا انکار پایا جاتا ہے۔ لیکن انھیں یہ جسارت کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جو آج شفاعت کا انکار کرے گا وہ کل اس سے محروم کردیا جائے گا۔

شفاعت برحق ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ میدان محشر میں سب سے پہلے ذنوب کبائر (بڑے بڑے گناہوں) کی شفاعت کا دروازہ نبی کریم ﷺ کے لئے کھولا جائے گا۔ اُس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام پھر اولیاء اللہ، پھر علماء حفاظ قراء علی الترتیب شفاعت فرمائیں گے۔ شفاعت بالکل درست عقیدہ ہے۔ (تفسیر نعیمی، تفسیر ضیاء القرآن) ☆☆☆

﴿ **وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى** ﴾ اے محبوب ! آخرت دُنیا سے بہتر ہے۔ آپ کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہوگی۔ میرے رسول منازل قرب طے کرتے چلے

جا رہے ہیں ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ اے محبوب ! وہ آخری گھڑی اس پہلی گھڑی سے بہتر۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ملک الموت بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے' اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی اور اجازت مل چکی ہے۔ یہاں بات سوچنے کی ہے کہ جہاں بھی ملک الموت گئے ہیں اجازت لے کر گئے ہیں' اجازت لینے والا بتلا رہا ہے کہ خادم اجازت لے کر مخدوم کے آگے جا رہا ہے **اللهم صل علٰی سيدنا محمد وعلٰی آل سيدنا محمد كما تحب وترضی بان تصلی عليه** اجازت لے کر آئے مگر حضور ﷺ بے چین' مضطرب اور بے قرار نظر آ رہے تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے معروضہ پیش کیا کہ حضور یہ بے چینی اور بے قراری کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے میری اُمت یاد آ گئی' تو رب تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہلا دیا اے محبوب ! گھبراؤ نہیں' اگر آپ کی اُمت ایک سال پہلے توبہ کر لی تو معاف کر دوں گا۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیل اب بھی سکون نہیں ہے اس لئے کہ میری اُمت کو کیا خبر ہے کہ کب موت آئے گی اور وہ بغیر توبہ مر جائے۔ پھر ارشاد ہوا کہ اے محبوب! اگر وہ چالیس روز پہلے بھی توبہ کر لے گی تو میں معاف کر دوں گا۔ کہا کہ اب بھی سکون نہیں ہے تو پھر رب العزت کا ارشاد ہوا کہ اے محبوب ! اگر نزع کے وقت توبہ کیا تو میری رحمت معاف کر دے گی اور بغیر توبہ گیا تو آپ کی شفاعت کام دے گی **اللهم صل علٰی سيدنا محمد وعلٰی آل سيدنا محمد كما تحب وترضی بان تصلی عليه** اس کے بعد حضور ﷺ خوش ہوئے۔ ﴿ **وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى** ﴾ یہ سکون اب جو میرے رسول کو ملا' اس سے پہلے کبھی نہ ملا تھا اس لئے آپ کی پہلی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ یہ وہی آخری گھڑی ہے پھر لوٹ کر دُنیا میں نہ آئے گی۔ یہ موت کیا ہے **الموت جسر يوصل الحبيب الى الحبيب** موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملاتا ہے **اللهم صل علٰی سيدنا محمد وعلٰی آل سيدنا محمد كما تحب وترضی بان تصلی عليه** اے محبوب ! آپ کی وجہ سے آپ کے چاہنے والوں کی آخرت دُنیا سے بہتر ہے جب تم دُنیا میں تھے تو کسی نبی کے گواہ نہیں بنے' جب تم آخرت میں پہنچ گئے تو ایک لاکھ تیس ہزار نو سو ننانوے انبیاء کے گواہ ہوں گے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا' جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی اُمت کو لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا: کیا تو نے میرے احکام پہنچا دیئے تھے؟ جواب دیں گے' ہاں' ۔ کافر انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا ؟ اپنا گواہ لاؤ۔ وہ عرض کریں گے **محمد** ﷺ **واُمتہ' فلیشھد انہ' بلغ** حضرت محمد ﷺ اور اُن کی اُمت گواہ ہیں' پس یہ گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا یہی مطلب ہے جو قرآن میں ہے: ﴿**وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ**﴾ اور ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

﴿**وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا**﴾ اپنی اُمت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ تمہارا رسول تمہاری گواہی کی تصدیق فرمائے گا اس لئے کہ تمہیں اُمت محمدی بنوایا اور فرمایا کہ بیچ کی اُمت **امۃ وسطۃ** ۔ درمیان کی اُمت کی تشریحات تو تم نے بہت سنا ہے یعنی افضل جو ہوتا ہے درمیان میں رکھا جاتا ہے بہت سی تفاسیر ہیں مگر میں تم کو ایک بات بتلاتا ہوں یہ اُمت محمد یہ آخری اُمت ہے یہ آخری اُمت درمیان کی اُمت کیسی ہوگئی؟ اگر درمیان کی اُمت سمجھنا ہے تو ذرا ترازو کو دیکھ لینا۔ ترازو کے درمیان ایک کانٹا ہوتا ہے خریدار جب خریدنے جاتا ہے تو وہ سامان کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر درمیانی کانٹے پر ہوتی ہے۔ خریدار کی بھی نظر کانٹے پر اور فروخت کرنے والے کی بھی نظر کانٹے پر ہوتی ہے دونوں کی نظر وہیں پڑتی ہے۔ گواہ کی حیثیت بالکل نہیں ہوتی بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ کانٹا کدھر جھک رہا ہے مگر سنو یہ کانٹا اپنی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ میزانِ عدالت کا درمیانی کانٹا اُمت محمد یہ ہے اس لئے باری تعالیٰ کی رحمت کی نظر اُمت محمد یہ پر اور سارے انبیاء کی نظر اُمت محمد یہ پر' اہل محشر کی نظر اُمت محمد یہ پر ہوتی ہے۔ سارے اہل محشر کا مرکز نگاہِ امت محمد یہ کو بنا دیا......
اس لئے اے محبوب ! آپ کے قدموں کے صدقہ میں آپ کے چاہنے والوں کی آخرت دُنیا سے بہتر ہوئی اور آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ اے محبوب ! آپ کے

چاہنے والوں کی آپ کی وجہ سے آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر یعنی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لے کر اور بُرے خیالات لے کر نکلے کہ معاملہ ہی ختم کر دیا جائے، جب نگاہِ رسول، عمر کی نگاہ سے ملی تو فوراً تلوار پھینک کر اسلام لائے۔ اے رسول جس پر آپ کی نظرِ کرم پڑی اُس کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہوئی۔

آپ کسی بھی بارگاہ میں جاؤ یا اولیاء اللہ کے بارے میں دریافت کرو کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کیسے بنے؟ حضرت خواجہ معین الدین غریب نواز کیسے ہوئے؟ فلاں بزرگ قطب الاقطاب کیسے ہوئے؟ اوتاد ہوں کہ ابدال ہو، غرض ہر ولایت پر فائز ہونے والے کا مرجع رسول اکرم ﷺ ہی ہیں تو اے محبوب آپ کی وجہ سے آپ کے ماننے والوں کا اور آنے والوں کا مستقبل ماضی سے بہتر، آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔

تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم ﷺ سامنے جلوہ افروز ہیں اور اُس نے ایک سوال کہ کہ حضور یہ بتلائیے کہ جو آپ نے کہا ہیکہ نزع کے وقت مومن کی روح ایسے نکلے گی جیسا کہ پھول سے خوشبو نکل جاتی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ فرمایا: سورۂ یوسف دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جب مصر کی عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھا تو بجائے نیبو کے اپنی انگلیوں کو کاٹ لیں اور تکلیف کا احساس بھی نہ ہوا۔ اس لئے کہ اُن کے حواس حُسنِ یوسف میں گم ہوگئے تھے۔ انگلی جب کٹتی ہے تو ضرور تکلیف ہوتی ہے مگر مصر کی عورتوں کو محسوس تک نہ ہوا۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ جب مومن کی رُوح نکلے گی تو آپ کے سامنے حضور ﷺ تشریف لائیں گے تو سارے حواس حُسنِ محمدی میں گم ہوجائیں گے، روح نکل جائے گی احساس نہ ہوگا، تکلیف ہوگی معلوم نہ ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ رسول آسکتے ہیں اور نزع کی تکلیف کم ہوگی۔ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نہیں آسکتے، اُن کو نزع کی تکلیف کم نہ ہوگی ...... اور جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لائیں گے وہ ضرور تکلیف بھی محسوس نہ کریں گے۔ اے رسول جس پر آپ کی نظرِ کرم پڑی اُس کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہوئی۔

اب مجھے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد آگیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

شاہی پہلوان تھے' کوئی اُن کا مقابلہ کرنے والا نہ تھا مگر ایک سیدزادہ نے چیلنج کر دیا کہ میں شاہی پہلوان سے لڑوں گا۔ سب ہی نے کہا کہ تم کو دیکھو اور شاہی پہلوان کو دیکھو' اس کے مقابلہ میں قطعی نہیں لڑ سکتے' باز آجاؤ۔ انھوں نے کہا کہ میرے جسم اور وجاہت کو نہ دیکھو۔ میں ایک فن رکھتا ہوں آن کی آن میں پچھاڑ دوں گا۔ مجبوراً قبول کر لیا گیا اور معقول انتظام کیا گیا اور دونوں میدان میں اُتر آئے۔ اِدھر حضرت جنید اور اُدھر سیدزادہ اُتر آئے اور سیدزادہ نے حضرت جنید کے کان میں جا کر کہا کہ اے جنید میں پہلوان نہیں ہوں' ایک سیدزادہ ہوں۔ اتنا کہنا تھا کہ حضرت جنید نیچے آ گئے۔ لوگوں نے دوبارہ لڑنے کے لئے کہا' پھر حضرت جنید نیچے آئے' پھر کشتی ہوئی' پھر جنید نیچے ہو گئے۔ کھیل ختم ہوا' انعام لے کر سیدزادہ چلا گیا۔ حضرت جنید سے لوگوں نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ آج آپ کی عزت خاک میں مل گئی تو حضرت جنید نے جواب دیا کہ آج تو مجھے عزت ملی ہے اور آج ہی تو مجھے شرافت ملی ہے اور میں نے آج حسین کی آل کو اپنے سینے پر دیکھا ہے۔ اسی روز رات میں حضور نبی مکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے جنید ! تم نے میرے اہل بیت کا خیال کیا اور میرے نسبت کا لحاظ رکھا۔ تجھے آج میں سلطان الاولیاء بنا رہا ہوں۔ اس لئے اے اللہ کے رسول آپ کی وجہ سے آپ کے چاہنے والوں کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔

☆☆☆ نسبت بہت ہی اعلیٰ چیز ہے ہر چیز کی قدر و قیمت کا تعین اُس کی نسبت سے کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ نسبتوں کی چیزیں اعلیٰ قدر و قیمت کی ہوتی ہیں اور ادنیٰ نسبت کی چیزیں ادنیٰ قدر و قیمت کی ہوتی ہیں۔ حضور نبی مکرم ﷺ کی ازواج مطہرات' صاحبزادیاں' حسنین کریمین اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اہل بیت اطہار) کو حضور ﷺ سے عظیم نسبت حاصل ہے۔ یہ وہ سلسلہ نسب ہے جو تمام نسبتوں سے اس لئے افضل و برتر ہے کہ اس کا مرکز ومحور وہ ہستی عظیم ہے جو رب العزت کی مخلوق میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہ دُنیائے اسلام کا مسلمہ اصول ہے کہ جس چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے ہو جائے وہ اپنی نوع میں دوسروں سے افضل و اعلیٰ اور ممتاز ہو جاتی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے : **اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلٰى ثَلَاثَ خِصَالٍ حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ** اپنی اولاد کو تین چیزیں

سکھاؤ، اپنے آقا ﷺ سے محبت، اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا (الجامع الصغیر)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اہل بیت کرام کی بارگاہ میں عقیدت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں

آل النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی ارجو بھم اعطیٰ غدًا بید الیمین صحیفتی (دیوان شافعی) آل نبی ﷺ بارگاہِ الٰہی میں میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ امید ہے کہ قیامت کے دن اُن کے وسیلے سے مجھے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اُس شخص پر جنت حرام کردی گئی ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عترت کے بارے میں تکلیف دی (تفسیر روح البیان)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے پر جنت حرام کردی گئی ہے اُن لوگوں کے لئے انتباہ ہے جو ساداتِ کرام سے بغض وعناد رکھتے ہیں اور اُن کے خلاف مذموم سازشیں ومنصوبے تیار کرتے ہیں۔ یہ دور بڑا پُرفتن اور ابتلاء وآزمائش کا دور ہے اس دور میں اسلام کی تعلیمات پر کاربند رہتے ہوئے ایمان کو محفوظ رکھنا نہایت دشوار ہورہا ہے چنانچہ اولادنبوی ﷺ کو بڑی بے باکی سے طعن وتشنیع کا ہدف بنایا جارہا ہے اور اس مبارک خاندان کے نسبی تقدس کو پامال کیا جارہا ہے بڑے نازیبا الفاظ کے ساتھ اُن کے وقار کو مجروح کیا جارہا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اہلبیت سے محبت ایمان کی علامت ہے اور اُن سے بغض وعناد منافقت کی نشانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **من ابغض اھل البیت فھو منافق** (صواعق محرقہ) اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

جنت کی بشارت ہے اُن لوگوں کے لئے جن کے دِلوں میں اہل بیت اطہار کی محبت وعقیدت کے سمندر موجزن ہیں وہ لوگ نہایت خوش مقدر ہیں جو اصحاب رسول ﷺ اور اہلبیت رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں یقیناً اُن کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔

دینِ حق اور غلبہ اسلام : ﴿ **وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى** ﴾ اے محبوب ! آپ کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ آپ پر آپ کے رب کے لطف وکرم

اور انعام واحسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے، ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی گھڑیوں سے، ہر آنے والی حالت گذشتہ حالات سے اعلیٰ سے اعلیٰ، بہتر سے بہتر، اور ارفع سے ارفع ہوگی۔ اس ایک جملہ سے کفار کے طعن وتشنیع اور الزام تراشیوں کا سد باب بھی ہوگیا اور اسلام کے درخشاں مستقبل کے بارے میں نوید جانفزا بھی سنا دی۔ دعوتِ اسلام کے ابتدائی دور کا تصور کیجئے جس میں یہ سورت نازل ہوئی۔ گنتی کے چند افراد نے اس دینِ حق کو قبول کیا تھا۔ باقی تمام اہل مکہ حضور کے خون کے پیاسے تھے۔ انہوں نے عزم مصمم کرلیا تھا کہ اسلام کے چراغ کو بجھا کر رہیں گے، توحید کا یہ گلشن جو مصطفیٰ لگا رہے ہیں اس کا ایک ایک پودا جڑ سے اکھیڑ پھینکیں گے۔ اُس وقت کون یہ خیال کرسکتا تھا کہ یہ دین چند سالوں میں اتنی ترقی کر جائے گا کہ سارا جزیرۂ عرب اس کے نور سے جگمگانے لگے گا۔ اس نبی مکرم کو اللہ تعالیٰ وہ عزت وسروری اور شانِ محبوبی عطا فرمائے گا کہ آج جو خون کے پیاسے ہیں کل اشارۂ ابرو پر اپنی جانیں قربان کرنا سعادت سمجھیں گے اور حضور کے وضو کا پانی نیچے نہیں گرنے دیں گے۔ اس کو اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیں گے۔ **قال ابن عباس أُری النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مایفتح الله علی امته بعده' بسر بذلك ونزل جبرئیل بقوله ...... وللآخرة خیر لك من الاولیٰ** یعنی حضور کے بعد امت جو فتوحات کرے گی وہ سب کی سب حضور ﷺ کو دکھائی گئیں جسے دیکھ کر حضور بہت مسرور ہوئے۔ اسی وقت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے **وللآخـــــرة خیر لك من الاولیٰ** یعنی ہماری نوازشات صرف ان فتوحات ہی میں منحصر نہیں بلکہ آپ کی ہر آنے والی شان پہلی شان سے اعلیٰ وبالا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہدایت سے متصف کر کے مضبوط پائیدار، نہ مٹنے والا ناقابل نسخ دین دے کر ساری مخلوق کی طرف ہمیشہ کے لئے بھیجا۔ اسلام ہی دین حق ہے یعنی ناقابلِ نسخ دین۔۔ باقی تمام نبیوں کے دین قابلِ نسخ تھے منسوخ ہوگئے۔ جو دین ہمیں عطا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین عطا اور نعمت ہے۔﴿**هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ**﴾ (الفتح ۴۸/۲۸) وہی

(قادرِ مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتاب) ہدایت اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر' اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول کو اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ اُس کے لائے ہوئے دین کو غلبہ عطا فرمائے اور سارے عالم میں ڈنکا بجائے۔ اس کے مجاہد میدانِ کارزار میں باطل کے پرستاروں کو تیر و سناں سے مغلوب کر رہے ہوں۔ اس کے علماء دلیل و برہان سے شرک کے علمبرداروں کو شکست دے رہے ہوں اور اسلامی معاشرہ اپنے پاکیزہ تمدن' اپنی نورانی تہذیب' اپنے منصفانہ نظام معیشت اور اخلاقِ حسنہ کے باعث اسلام کی برتری اور فتح مندی کا پرچم لہرا رہا ہو۔ اسلام چُھپ چُھپ کر وقت گزارنے کے لئے یا باطل سے مصالحت کر کے زندہ رہنے کے لئے نہیں آیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے۔ یہ شمعِ حق کے پروانوں کا دین ہے۔ سارا کفر و شرک اگر اپنی قوتوں کو یکجا کر لے تب بھی وہ ان کو ہراساں نہیں کر سکتا' ان کو پسپا نہیں کر سکتا۔

اسلام کا غلبہ تمام دوسرے مذاہب پر ہر جگہ اور ہر زمانہ میں مُسلم رہا ہے اور جب کبھی ملّت اسلامیہ نے احکامِ الٰہی کو صدق دل سے اپنایا تو سیاسی اقتدار بھی انہی کی کنیز بنا رہا اور جب کبھی انھوں نے احکام الٰہی پر عمل کرنے میں غفلت اور کوتاہی برتی تو اُن کا سیاسی زوال بھی شروع ہو گیا۔ اور اسلام کے غلبہ کی یہ بھی ایک روشن دلیل ہے۔

جو دین حضور ﷺ لے کر آئے ہیں وہ باطل سے مغلوب نہیں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اپنی فطری توانائیوں سے ساری طاغوتی قوتوں کو سرنگوں کر دے گا۔ یہ غاروں میں چُھپ کر اور گوشہ نشینی میں زندگی گذارنے والوں کا دین نہیں' یہ کشاکشِ حیات سے دامن بچا کر کُنجِ عافیت میں زندگی بسر کرنے والوں کا دین نہیں۔ کسی مصلحت کے پیش نظر باطل سے مفاہمت و مصالحت کرنے والوں کا دین نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے جو گرجتے ہیں تو باطل کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ان عقابوں اور شاہینوں کا دین ہے کہ جب وہ پَر کُشا ہوتے ہیں تو فضا کی پنہائیاں سمٹ کر رہ جاتی ہیں۔ یہ ان بہادروں اور جوانمردوں کا دین ہے جو زندگی کی کشتی کو حادثات کے طوفانوں میں کھیلنا جانتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس دین کو تمام مروجہ ادیان' مذاہب اور نظامہائے حیات پر غلبہ بخشے گا۔ اس وعدہ کو پورا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ عہد رسالت میں ہی اسلام کا پرچم مکہ مکرمہ پر لہرانے لگا جو کفروشرک کا مرکز تھا۔ خلافتِ راشدہ میں ایشیاء اور افریقہ کے برِّ اعظموں میں اس کی عظمت کے ڈنکے بجنے لگے۔ شرق وغرب میں کلمہ توحید کی صدائیں بجنے لگیں۔ غالب آنے کا مطلب یہ ہے کہ یا لوگ اس کو قبول کرلیں گے یا اس کی برتری کو تسلیم کرلیں گے۔ مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں بھی نظر وفکر کے میدانوں میں اسلام کا پرچم لہراتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی رسالت کا بھی گواہ ہے اور اس حقیقت کا بھی گواہ ہے کہ وہ کتابِ ہدایت اور دین رحمت لے کر آیا ہے اور اس بات کا بھی ضامن ہے کہ یہ دین سب ادیان پر غالب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی کے بعد ان سچائیوں کو ثابت کرنے کے لئے کسی دوسرے گواہ کی ضرورت نہیں۔

اسلام کے خلاف شرک وکفر نے سر جوڑ کر علانیہ مقابلے بھی کئے ہیں اور سازشوں کے خطرناک جال بھی بچھائے ہیں لیکن اسلام کا نور درخشاں ہی رہا اور رہے گا۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی ہی رہی اور بڑھتی ہی رہے گی۔ خداوند عالم کا یہ وعدہ ہے کہ دُنیا کی کوئی طاقت نبوتِ مصطفوی کے آفتاب جہانتاب کو گرہن نہیں لگا سکتی۔

دنیا میں ہمارے لئے بلندی ہے یعنی اہل ایمان کا گروہ ہی وہ تنہا گروہ ہے جسے بلندی عطا کی گئی ہے۔ فکر کی بلندی اسی کو عطا ہوئی ہے۔ حقیقی علم وحکمت اسی گروہ کے حصہ میں آئی ہے۔ عزم وحوصلہ بھی صحیح معنوں میں اسی گروہ کو عطا ہوا ہے۔ اخلاق وکردار کی بلندی بھی اسی گروہ کی نمایاں خصوصیات ہے۔ حالات خواہ کیسے ہی مشکل اور تکلیف دہ کیوں نہ ہوں' کوئی طاقت بھی اس سے بلندی کو چھین نہیں سکتی ____ باطل سے سازباز کرنا اس کا شیوہ نہیں ہوتا' ساری انسانیت کو باطل کی غلامی سے آزاد دیکھنا جس کا مقصد ہو' خالق کائنات کی رضا جوئی جس کی سب سے بڑی آرزو ہو' اس ناپائیدار دُنیا کے مقابلے میں آخرت کی ختم نہ ہونے والی زندگی جس کے پیش نظر ہو ...... اس کی رفعت وبلندی کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ تنہا یہی گروہ دنیائے انسانیت کی رہنمائی کے منصب

پر فائز کیا گیا ہے۔ مشکلات ومصائب سامنے ہوں یا اقتدار کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہو' اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی سے منہ موڑ کر یہ گروہ اپنے کو پستی میں نہیں گرا سکتا۔۔ اہل ایمان اگر ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں تو اللہ تعالیٰ دُنیا میں انہیں غلبہ اور اقتدار بھی عطا فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں واضح طور پر فرمادیا گیا ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ المنافقون) اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس لئے بھیجا کہ وہ تمام آسمانی اور نفسانی دینوں کے بانیوں پر غالب کرے۔ ہمیشہ غالب رکھے کہ اُن کا چرچہ' اُن کے محامِد ان کی نعتیں' تمام دینوں کے پیشواؤں پر غالب رہیں۔ آج بھی قرآن تمام دینی کتابوں پر' مسجدیں تمام دینی عبادت گاہوں پر' حضور ﷺ کا چرچا تمام دینی پیشواؤں پر غالب ہے جو آج بھی دیکھا جا رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر تمام دُنیا میں صرف اسلام رہیگا باقی تمام دین مٹ جائیں گے۔ اسلام کا آفتاب مکہ مکرمہ میں چمکا تو اس پر بہت سے گرد وغبار اور بادل آئے یہاں تک کہ بانی اسلام محمد رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا' مگر پھر انجام یہ ہوا کہ سارے ملکِ عرب میں اسلام ہی غالب رہا۔ پھر عرب کے وہ لوگ جو تمام دنیا سے ادنیٰ مانے جاتے تھے ایک اُس آقا کی ۲۳ سالہ تعلیم کی برکت سے دنیا سے اعلیٰ ہو گئے۔ جاہل' عالم کے اُستاد بن گئے۔ چوری کرنے والے دُنیا کے محافظ بنے۔ بے تہذیب دُنیا کو تہذیب سکھانے والے بنے۔ شراب پینے والے اس شراب سے منہ موڑ کر محبت الٰہی کی شراب میں سرشار ہوئے۔۔اور بُت پرست خُدا پرست اور نہ معلوم کون کون' کیا کیا بن گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جو اصلاحِ قوم بلکہ دُنیا کی اصلاح تھوڑی سی مدت اور بے سروسامانی کی حالت میں فرمائی' اُس کی آج تک کسی قوم کے پیشوا میں مثال نہیں ملتی۔۔ پھر انہی لوگوں کو تخت وتاج کا مالک بنایا' صدیوں تک نہایت دبدبہ سے دُنیا پر راج کیا۔ اور آج اس گری ہوئی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے غُلامانِ مصطفیٰ ﷺ تاج کے مالک ہیں۔

اب اگر چہ دنیاوی اعتبار سے مسلمان دوسری قوموں سے پیچھے معلوم ہوتے ہیں۔

دولت، عزت، سلطنت، علم میں اور قومیں اُن سے آگے بڑھ گئی ہیں، مگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دینی غلبہ اب بھی مسلمانوں کو ہی حاصل ہے۔۔اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں:

مسجد اور گرجا اور مندر کا مقابلہ کرو، تو مسجد روزانہ پانچ مرتبہ آباد ہوتی ہے گرجا ہفتہ میں ایک مرتبہ یعنی اتوار کو۔۔مندر روزانہ بعد مغرب، وہ بھی آباد نہیں ہوتا۔۔ایک دو آدمی آکر گھنٹہ وغیرہ بجادیتے ہیں۔ قرآن کی قرأت، کتابت، زیر، زبر، پیش، ایک ایک کلمہ محفوظ ہے مگر انجیل اور توریت اور وید دُنیا سے غائب ہو چکے ہیں۔ انجیل اصل حالت میں باقی نہیں ہے بلکہ اُس کے کئی ترجمے ہیں اور ہر ترجمہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف بلکہ متضاد ہے۔

جس قدر تفسیریں قرآن کی ہیں اور جو قرأتیں اس کتاب اللہ کی ہیں وہ کسی کی نہیں ہیں، قرآن کے حافظ ہر شہر میں ملیں گے۔ اگر ایک جلسہ میں کوئی شخص ایک آیت کا ایک زبر بھی غلط پڑھ دے تو فوراً لوگ اُس غلطی کو پکڑتے ہیں۔ مگر دوسری کتابوں کا کوئی بھی حافظ نہیں ہے۔۔ آج دُنیا میں حکومت دوسری قوموں کی ہے مگر چونکہ قرآن عربی میں آیا ہے، تو اب بھی ہر جگہ عربی جاننے والے موجود ہیں اگرچہ حکومت سے اس زبان کی کوئی سرپرستی نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی سوانح عمری جس شان کی اسلام میں موجود ہے کہ ساری عمر شریف کی ہر حالت، گھر کی اور باہر کی زندگی، اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، ہنسنا، رونا، کلام فرمانا، یہاں تک کہ سارے جسم پاک کا حلیہ شریف کہ ڈاڑھی پاک میں کتنے بال سفید تھے، ایسی کسی مذہب کے پیشوا کی نہیں ہے۔ حدیث کیا ہے؟ حضور ﷺ کی سوانح عمری ہے، کسی بادشاہ، کسی معشوق، کسی پہلوان، غرضکہ کسی بھی دنیا کے شاندار انسان کی ایسی سوانح عمری نہ لکھی گئی۔

گائے، بکری مسلمان کھاتے ہیں۔ خنزیر ہندو اور عیسائی، یہودی تمام قومیں کھاتی ہیں۔ مگر جو برکت گائے بکری میں ہے وہ خنزیر میں نہیں۔ بتاؤ کہ ہندوستان میں کتنے مارکیٹ گائے اور بکری کے گوشت کے ہیں اور کتنے سُور کے گوشت کے ہیں؟ ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر کروڑوں گائے بکری ذبح بھی ہوتی ہیں مگر گائے اور بکری کثرت سے نظر آتے ہیں۔ تمام قومیں آہستہ آہستہ اسلام کے قانون کو مانتی چلی جارہی ہیں۔ اب تک دوسرے لوگ اسلام پر اعتراض کرتے تھے کہ ایک مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی کیوں اجازت

دی گئی ہے' مگر جب عورتوں کی زیادہ پیداوار اور مردوں کا لڑائی وغیرہ میں مارا جانا دیکھا تو اب سمجھے کہ چند نکاحوں میں یہ مصلحت تھی۔۔ اسلام نے جو حکم دیا وہ نہایت ہی عمدہ ہے۔

غرض کہ دینی غلبہ مسلمانوں کو اب بھی حاصل ہے۔ ہاں' یہ اور بات ہے کہ مسلمان اپنی بدعملی کی وجہ سے دُنیا میں ذلیل وخوار ہو جاویں یا دولتمند نہ رہیں۔۔ اس میں ہمارا قصور ہے نہ کہ اسلام کا۔۔ خُدائے پاک توفیق دے کہ اس اسلام کی رسّی کو مضبوط پکڑیں۔ اگرچہ کفّار ومشرکین یا تمام کفّار یا حضور ﷺ کے ذکر سے جلنے والے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت ورفعت اور غلبہ اسلام کو ناپسند کریں اور دبانے کی کوشش کریں اسلام کو غلبہ حاصل رہے گا۔

مِٹ گئے مِٹتے ہیں مِٹ جائیں گے اعداء تیرے نہ مِٹا ہے نہ مِٹے گا کبھی چرچا تیرا

﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴾ اور (اے محبوب!) بیشک عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

امام مسلم نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز غمگسار عاصیاں اور چارہ ساز بیکساں ﷺ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس قول کو پڑھا ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (ابراہیم۱۴/۳۶) (اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جنھوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے اور جنھوں نے میری نافرمانی کی تو تُو غفور رحیم ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جُملہ کو دُہرایا ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (الانعام٦/١١٨) (اگر تو اُن کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انھیں بخش دے تو تُو ہی **عزیز وحکیم** ہے)۔

پھر حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی **امتی امتی ثم بکی** اے میرے رب ! میری امت کو بخش دے' میری امت کو بخش دے' پھر حضور ﷺ زاروقطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' **یا جبرئیل اذهب الی محمد فقل له انا سنرضیك فی امتك ولانسؤك** اے جبرئیل میرے محبوب کے پاس جاؤ اور جا کر

میرا پیغام دو۔ اے حبیب ہم تجھے تیری اُمت کے بارے میں راضی کریں گے اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تک ایک امتی بھی دوزخ میں رہے راضی نہ ہوں گا۔ رسول اپنی اُمت کو دینا چاہیں گے اور اتنا دیں گے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ آیت کریمہ صاف دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور احادیث شفاعت سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگارانِ اُمت بخش دیئے جائیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے پوچھے گا کیا آپ راضی ہو گئے ہیں؟ میں عرض کروں گا۔ ہاں میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں قرآن کریم میں سب سے زیادہ امید افزا آیت ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ ہے۔

حضور ﷺ کی ایک صفت حریص بھی ہے۔﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾(التوبہ/ ۱۲۸)

بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے، گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہشمند (حریص) ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔

حرص کے معنیٰ ہیں دل نہ بھرنا۔ یہ صفت بھی ہے اور عیب بھی۔ مال کی حرص بُری ہے علم کی حرص اچھی، عشق رسول اور خوفِ خدا کی حرص ایمان کی جان ہے۔ جو حرص حضور ﷺ کی صفت ہے اس کے معنیٰ ہیں دینے سے دل نہ بھرنا۔ ہم حریص ہیں لینے کے لئے، حضور ﷺ حریص ہیں دینے کے لئے۔ حضور ﷺ ایسے سخی داتا ہیں کہ دینے سے آپ کا دل نہیں بھرتا۔

حضور ﷺ نے ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا مال دیا کہ اُن سے اُٹھ نہ سکا۔

کوئی مال کا حریص ہے، کوئی عزت وآبرو کا، کوئی اولاد پر حریص، کوئی اپنے آرام کا حریص ہے مگر حضور ﷺ اپنے غلاموں کے حریص ہیں۔ اسی لئے ولادت اور معراج میں، نیز وفات کے وقت اور قبر انور میں اُمت ہی کو یاد فرمایا۔ ماں بچّہ کو قیامت میں بھولے گی مگر مولیٰ نہ بھولیں گے۔ تمام راتیں جاگ کر گزاریں۔ کھڑے ہوکر رو رو کر اُمت کی شفاعت فرماتے رہے۔ سب اپنے لئے روتے ہیں مگر حضور ﷺ ہم گنہگاروں کے لئے۔

قرآن حکیم نے حضور ﷺ کی کئی صفات جلیلہ کا ذکر فرمایا ان میں یہ بھی ایک ہے کہ آپ اُمت کی بھلائی چاہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی دیکھئے کہ حضور ﷺ کو امت مرحومہ سے کتنی اور کس قدر خیر خواہی ہے رب تعالیٰ خود گواہی دے رہا ہے کہ حضور ﷺ جن کی خاطر یہ بزم کائنات پر رونقیں سجی ہوئی ہیں وہ تمہاری بھلائی اور تمہارے ایمان کا حریص ہے کہ وہ چاہتا ہی نہیں کوئی اس کا کلمہ پڑھنے والا جہنم میں جائے۔ وہ امت کی خیر خواہی پر اتنا حریص ہے کہ ہر وقت اس کی بخشش کی دعائیں مانگتا ہے۔

مقام محبوبیت : رسالت ونبوت کا ایک ایسا درجہ اور مقام بھی ہے جس پر فائز ہوکر محبوبیت کا وہ مقام نصیب ہوتا ہے جہاں بندہ محبوب کے طلب گار رضائے خداوندی ہونے کے بجائے رب تعالیٰ خود اس کی رضا کا طالب بن جاتا ہے۔ یہ ارفع اور بلندترین مقام تمام کائنات میں ابتدائے آفرینش سے تا ابد الآباد صرف سید المرسلین خاتم النبیین رحمتہ للعالمین حضور نبی کریم ﷺ کے حصہ میں آیا جن کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا: ﴿وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى﴾ اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

یہ مقام محبوبیت وہ مقام ہے جہاں محبّ ومحبوب کی رضا ایک ہو جاتی ہے محبوبیت میں کمال اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ محبوب کا ہر عمل مشیت ایزدی کے سانچے میں ڈھل جائے اور دونوں کی رضا کامل ہم آہنگی اور مطابقت اختیار کر جائے محبوبیت کا بلندترین

مقام یہ بھی ہے کہ جدھر محبوب کی نگاہیں اٹھ گئیں اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے قبلہ بنا دیا گیا۔

﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ (البقرۃ/۱۴۴)

(اے حبیب) ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ آرزو قلب انور میں تھی کہ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اسی آرزو سے آسمان کی جانب نگاہ کرنا قبلہ کی تبدیلی کا سبب بن گیا اور اس تحویل قبلہ کا حکم بارگاہ خداوندی سے فقط اس لئے نازل ہوا کہ محبوب کی رضا یہی تھی۔ گویا یہ وہ نقط کمال تھا جہاں محبوبیت اور مقربیت باہم متصل ہوگئیں اور محبّ و محبوب کی رضا ایک دوسرے میں ڈھل گئی۔

اے محبوب ! میرا تو قانون یہی ہے کہ صفی اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے، نجی اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے، خلیل اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے، رُوح اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے، ذبیح اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے، کلیم اللہ کا قبلہ بنا تو میری مرضی سے......مگر اے حبیب ! آپ کا قبلہ آپ کی مرضی سے مقرر ہوگا، آپ جدھر چاہیں رُخ پھیر لیں، رُخ پھیرنا آپ کا کام ہے اور قبلے کو تبدیل کرنا میرا کام ہے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لو شئت لسارت معی ھذه الجبال ذھبا** اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔ نیز حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ **لو لا ان اشق علی امتی لامرتھم بتاخیر العشاء وبالسواك عند كل صلوٰة** (مشکوٰۃ) اگر میں اپنی اُمت پر یہ بات شاق نہ سمجھتا تو انھیں نماز عشاء دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ رسول کے چاہنے سے سب کچھ ہوجاتا ہے اس لئے کہ جسے رسول چاہتا ہے اُسے خدا بھی چاہتا ہے یہ اختیارِ مصطفٰی ﷺ ہے۔

تمام انبیاء رب کے محبّ و طالب ہیں وہ سب رب کو راضی کرنا چاہتے ہیں حضور ﷺ رب کے مطلوب و محبوب ہیں کہ رب انہیں راضی فرمانا چاہتا ہے اس لئے اسلام کے بہت سے احکام محض حضور ﷺ کی رضا کے لئے نازل ہوئے جیسے تبدیلی قبلہ، یا قیدی کفار کو فدیہ لے کر چھوڑنا وغیرہ۔

حضور ﷺ کے والدین قطعی جنتی ہیں کیونکہ کوئی فرزند اپنے ماں باپ کے دوزخ میں رہنے پر راضی نہیں ہوتا اور حضور ﷺ کو رب تعالیٰ راضی فرما دے گا۔ (روح البیان)
حضور ﷺ کے محبوب غلاموں کو اللہ تعالیٰ جنت ضرور دے گا کہ اس میں حضور ﷺ کی رضا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو دُنیا میں اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے چنانچہ رب تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو بے شمار معجزے بخشے حتیٰ کہ آپ سرتا پا معجزہ ہیں۔

حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کی کامل دلیل اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات ذاتیہ کا عکس جمیل ہیں جب کہ انبیاء علیہم السلام کو رب تعالیٰ نے اپنی صفات کا مظہر بنایا۔
تمام انبیاء علیہم السلام معجزات لے کر آئے مگر آپ معجزہ بن کر تشریف لائے، حضور ﷺ کا سارا وجود اطہر سراپا اعجاز ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا معجزہ معراج، شق القمر، سورج کا واپس پلٹانا، بارش کا برسنا، تھوڑے پانی کا کثیر ہو جانا، آپ کے ہاتھوں کی برکت سے قلیل دودھ کا کثیر ہو جانا، مردوں کو زندہ کرنا، دُعا سے بیماروں کا شفایاب ہو جانا، صفات ذمیمہ کا اوصاف حمیدہ میں بدل جانا، دعاؤں کا مستجاب ہونا، کنکریوں کا تسبیح کرنا، بھیڑوں اور بکریوں کا سجدہ کرنا، بھیڑیئے کا گفتگو کرنا، گوہ (ضب۔گھوڑ پھوڑ) کا ایمان لانا، ہرنی کا گفتگو کرنا، شیر کی فرمانبرداری کرنا، ایک لمحے میں کئی زبانوں کا ماہر بنا دینا۔۔۔الغرض بے شمار معجزات ہیں جو حضور ﷺ کی نبوت کی بہت بڑی بُرہان، اور فضلیت ہے۔

دو چار معجزے ہوں تو مانے کوئی بشر   پوری حیات سلسلہ معجزات ہے

جس کو جو بھی کمال ملا وہ حضور ﷺ کی ہی نسبت سے ملا ہے۔ حُسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا یہ سب کے سب معجزات و کمالات حضور نبی کریم ﷺ کی برکت سے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی ایسی دلیل کامل ٹھہرے کہ آپ کے فضل و کمالات ومحامد ومحاسن، اوصاف حمیدہ سارے براہ راست منجانب اللہ تعالیٰ تھے اور یہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے تمام انسانوں کو ملتے ہیں۔ جس کو جو بھی کمال ملا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس کے جتنے بھی معجزات ہیں وہ سارے کے سارے حضور ﷺ کے کمالات کا حصہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دین کو مشرق و مغرب میں پھیلایا' آپ کو بہت اولاد اور بے شمار اُمت بخشی' اولین و آخرین کے علوم دیئے' آپ کا ذکر بلند فرمایا' برزخ میں آپ کی پہچان کو لوگوں کی کامیابی کا مدار ٹھہرایا' قیامت تک آپ کے روضہ انور پر فرشتے اور جن وانس سلامی بنائے' آخرت میں شفاعت عامہ' مقام محمود' وسیلہ' حوض کوثر وغیرہ نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور نبی مکرم رحمۃ للعالمین ﷺ کو تمام جہاں کا مالک بنایا۔ فرماتا ہے ﴿اِنَّـآ اَعۡـطَيۡـنٰكَ الۡكَوۡثَرَ﴾ اے محبوب ہم نے آپ کو (خیر کثیر) بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبّ میں نہیں ' میرا تیرا

کوثر' کثرت سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جاسکے (علامہ آلوسی)

جو چیز تعداد میں' قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو اسے کوثر کہتے ہیں (علامہ قرطبی)

کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمادی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں' موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے' اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے' اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ شفاف ہے۔

حوض کوثر اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہوگا جس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔ حوض کوثر کے چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ (سیدنا صدیق اکبر' سیدنا فاروق اعظم' سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم) تشریف فرما ہوں گے۔ جو شخص اُن میں سے کسی کے ساتھ بغض کرے گا اسے حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی نہیں ملے گا۔

کوثر سے مراد حضور ﷺ کی نبوت اور فیوض و برکات کی کثرت' قرآن کریم' دین اسلام' صحابہ کرام کی کثرت' رفع ذکر' امت کثیرہ ہے۔

امام جعفر صادق کے نزدیک کوثر سے مراد حضور ﷺ کے دل کا نور ہے جس نے آپ کی اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کی اور ماسوا سے ہر قسم کا رشتہ منقطع کر دیا۔

مقام محمود۔ روز محشر جب شفیع المذنبین شفاعت عامہ فرمائیں گے۔

حضرت ابن عباس نے الکوثر کی تفسیر بیان کی ہے **الخیر الکثیر** یعنی خیر کثیر۔

حضرت سعید بن جبیر نے عرض کیا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو آپ نے فرمایا وہ بھی اس خیر کثیر میں سے ایک ہے **ھو من الخیر الکثیر**۔

علامہ اسماعیل حقی الکوثر کے بارے میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یعنی ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں۔ ظاہری نعمتوں سے مراد دُنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مرد وہ علوم لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضان الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

یہاں چند باتیں خیال میں رکھو۔ ایک یہ کہ اس مضمون کو ﴿اِنَّ﴾ سے شروع فرمایا' کیونکہ کفار عرب حضور ﷺ کی اس ملکیت کے منکر تھے' جیسے آج بعض بد باطن منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ نہیں' وہ کیا دیں گے رب سے مانگو۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بہت کچھ دے دیا اور حضور ﷺ لے چکے۔

﴿اَلرَّحۡمٰنُ ۙ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ﴾ (رحمٰن/۴)

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا' انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا' انھیں **ماکان ومایکون** کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا اور جو ہوگا)۔

(رسول اللہ ﷺ کو بعطائے خداوندی ماضی اور مستقبل کی دونوں سمتوں میں غیب کا علم حاصل ہے۔ یہ شان محبوبیت ہے) صاحب لولاک سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ اپنی شان محبوبیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

☆ **انما انا قاسم والله یعطی** (صحیح البخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔

حضور ﷺ بعطائے خداوندی انعامات تقسیم فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات اپنے حبیب ﷺ کوعطا فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ﴾ بیشک ہم نے آپ کو کوثر (بے حدوبے حساب انعامات اور خیر کثیر) عطا کئے ہیں۔

☆ **الکرامت والمفاتیح یومئذبیدی** (مشکوٰۃ المصابیح) اس قیامت کے روز کرامت اور تمام خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوگی۔

☆ **اوتیت مفاتیح خزائن الارض** (مشکوٰۃ المصابیح) مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کردی گئی ہیں۔

☆ **انا قائد المرسلین ولا فخر و انا خاتم النبین ولا فخر وانا شافع واول مشفع ولا فخر** (سنن الدارمی) میں تمام نبیوں کا قائد ہوں لیکن کوئی فخر نہیں ہے میں خاتم النبین ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے میں شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت قبول ہونے والی ہے لیکن کوئی فخر نہیں۔

☆ **انا اول الناس خروجا اذا بعثوا و انا قائدهم اذا وفدوا و انا خطیبهم اذا انصتوا وانا مشفعهم اذا جسوا وانا مبشرهم اذا ایسوا الكرامة والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد ادم علی ربی یطوف علی الف خادم کانهم بیض مکنون أولؤلو منشور** (سنن الدارمی، الجامع الترمذی، کتاب المناقب باب فی فضل النبی ﷺ) روزِ محشر مجھے تمام لوگوں سے پہلے اُٹھایا جائے گا اور میں تمام لوگوں کے وفود کا قائد ہوں گا اور جب سب خاموش ہوں گے تو میں اُن کا خطیب ہوں گا اور جب وہ مشکل میں پھنسے ہوں گے میں اُن کی شفاعت کروں گا اور جب وہ ناامید ہوں گے میں انہیں بشارت دوں گا۔ تمام کرامتیں اور (خدائی خزانوں) کی چابیاں اُس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔لوائے حمد اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا مجھے میرے رب کی قسم میں بنی آدم میں سے افضل پیدا کیا گیا ہوں اور میرے اردگرد ایک ہزار خدام طواف کرتے ہوں گے وہ ایسے ہوں گے جیسے سفید موتی یا چمکتے ہوئے درمنثور۔

☆ **اعلیٰ درجة فی الجنة لا ينالها الا رجل واحد وأرجو أن اكون انا هو۔**
(مشکوۃ المصابیح ' الجامع الترمذی) جنت میں ایک ایسا اعلیٰ مقام ہے جہاں کسی کی رسائی نہ ہوگی مگر ایک ہستی کی اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں گا۔

☆ **اذا کان یوم القیامة کنت امام النبیین وخطیبهم وصاحب شفاعتهم غیر فخر** (الجامع الترمذی' کتاب المناقب باب فی فضل النبی ﷺ) جب قیامت کا دن آئے گا تو میں نبیوں کا امام اُن کا خطیب اور اُن کی شفاعت کروں گا بغیر فخر کے۔

تمام نبیوں' فرشتوں نے حضور ﷺ ہی سے کمالات پائے۔ حضور ﷺ کو یہ سب کچھ رب تعالیٰ نے دیا' دُنیا نے حضور ﷺ سے لیا ہے دیا نہیں۔

کوئی شخص حضور ﷺ سے کچھ چھین نہیں سکتا کیونکہ یہ رب تعالیٰ کا عطیہ ہے' سورج کو کوئی بجھا نہیں سکتا۔ حضور ﷺ تمام دنیا کے مالک ہیں کیونکہ تمام دُنیا تھوڑی ہے اور جو دُنیا حضور ﷺ کو ملی وہ بہت زیادہ ہے۔ یہ دُنیا تو حضور ﷺ کی ملک کا ایک حصہ ہے۔

رب تعالیٰ نے دُنیاوی سامان کو قلیل فرمایا ﴿ **قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْل** ﴾ مگر جو حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے وہ کثیر نہیں' اکثر نہیں' کثار نہیں' بلکہ کوثر ہے۔ کوثر کے معنیٰ ہیں بہت ہی زیادہ۔ رب تعالیٰ اپنے لئے فرماتا ہے ﴿ **وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ** ﴾ حضور ﷺ کے لئے فرماتا ہے ﴿ **وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا** ﴾ اور ﴿ **اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ** ﴾ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عظمت اور حضور ﷺ کی عظمت تک کسی کا خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ واختیار میں

خلیل اور حبیب : حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں' موسیٰ کلیم اللہ ہیں' عیسیٰ روح اللہ ہیں' آدم صفی اللہ ہیں (علیہم السلام)' مگر ہم حبیب اللہ ہیں' ہم شفیع المذنبین ہیں۔ ہم ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سارے اولین وآخرین سے افضل ہیں (ترمذی' درامی ومشکوٰۃ) اس کی شرح مرقات میں ہے کہ خلیل مُرید ہیں حبیب مُراد' خلیل سالک ہے' حبیب مجذوب' خلیل طالب' حبیب مطلوب' خلیل وہ جو

رب کی رضا چاہے' حبیب وہ کہ رب تعالیٰ اس کی رضا چاہے۔ ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَـرْضـىٰ﴾ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔۔ ﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ ۔۔عنقریب ہم تجھے اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جس سے تو راضی ہو جائے۔ خلیل وہ ہے جسے مغفرت کی امید ہو' حبیب وہ جس کی مغفرت درجہ یقینی میں ہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا **والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین** حبیب کے لئے فرمایا گیا﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ﴾ اس لئے فرمایا گیا کہ ابراہیم خلیل ہیں اور ہم حبیب (مرقاۃ)

کلیم اور حبیب : سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا مولا ! میں تیرا کلیم ہوں اور محمد مصطفیٰ ﷺ تیرے حبیب ہیں' کلیم اور حبیب میں فرق کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا: **فقال الکلیم یعمل برضاء مولاہٗ والحبیب یعمل برضائہٖ والکلیم یحب اللہ والحبیب یحبہ اللہ والکلیم یأتی اِلی طور سیناء ثم یناجی والحبیب ینام علی فراشہٖ فیأتی بہٖ جبریل فی طرفۃ عین الی مکان لم یبلغہ احدا من المخلوقین** (نزہۃ المجالس) کلیم وہ ہے جو اپنے مولا کی رضا سے کام کرے اور حبیب وہ ہے جس کی رضا سے مولیٰ کام کرے۔ کلیم وہ ہے جو اللہ کو چاہے اور حبیب وہ ہے جسے اللہ چاہے۔ کلیم وہ ہے جو طور سینا پہ آئے اور پھر التجا کرے اور حبیب وہ ہے جو اپنے بستر پر استراحت فرما رہا ہو اور جبرئیل علیہ السلام (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) خود حاضرِ خدمت ہو کر ایک لمحہ میں وہاں لے آئے جہاں مخلوقات میں سے کوئی بھی نہ پہنچ سکا ہو۔ ☆☆☆ ﴾

یاد رکھنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے قانون تھا اے موسیٰ کچھ کہنا ہے تو طور پر آ ؤ۔ اے موسیٰ کچھ لینا ہے تو طور پر آ ؤ۔ اے موسیٰ کچھ کہنا ہے تو طور پر آ ؤ۔ اے موسیٰ کچھ سننا ہے طور پر آ ؤ۔ اے موسیٰ کچھ معروضہ پیش کرنا ہے طور پر آ ؤ ...... مگر حبیب ﷺ کا معاملہ تھا' اے حبیب ﷺ تمہیں کچھ کہنا ہے طور پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اے نبی ﷺ صفا مروہ پر بھی آنے کی ضرورت نہیں۔ جبلِ رحمت پر بھی جانے کی ضرورت نہیں' کعبہ میں بھی آنے کی ضرورت نہیں۔

مسجد حرام میں بھی آنے کی ضرورت نہیں، بیت المقدس میں بھی جانے کی ضرورت نہیں۔ اے محبوب! تمہیں کچھ کہنا ہو تو زبان بھی ہلانے کی ضرورت نہیں، نظریں اُٹھاؤ تو قبلہ بدل دیا جائے گا
اللهم صل علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه ۔

﴿ **اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى** ﴾ کیا اُس نے آپ کو یتیم نہ پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا (آغوشِ رحمت میں جگہ دی)۔ اے محبوب ! اگر چھوڑ نا ہوتا ٹھکانہ کیوں دیتا۔

﴿☆☆☆ تمہارے رب نے نہیں چھوڑا۔ جب حملِ شریف دو ماہ کا تھا تو والد ماجد حضرت عبداللہ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی، نہ کچھ مال چھوڑا نہ گھر یا جائیداد۔ دادا حضرت عبدالمطلب اور والدہ سیدہ آمنہ نے آپ کو پرورش کیا۔ جب عمر شریف چھ سال تھی تو والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ نے وفات پائی۔ آٹھ سال کی عمر ہوئی تو دادا حضرت عبدالمطلب بھی وفات پا گئے اور اپنے فرزند ابوطالب کو جو حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے، آپ کی پرورش کی وصیت فرما گئے۔ ابوطالب نے بے مثال خدمت و پرورش کی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کی محبت عبدالمطلب اور ابوطالب کے دل میں ڈال دی، جس سے انہوں نے کمالِ شفقت سے آپ کو پالا۔ یہ پرورش درحقیقت ہماری طرف سے تھی، یہ معنٰی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے آپ کو درِ یتیم، بے مثل و بے نظیر پایا، تو اپنے قربِ خصوصی میں آپ کو جگہ بخشی اور دشمنوں میں رہ کر آپ کی پرورش فرمائی، پھر رسالت و محبوبیت سے نوازا (خزائن العرفان، نور العرفان)

ابوطالب کے انتقال کے بعد حضور ﷺ کو مکہ کے جہلاء اور سفہاء اذیتیں دینا شروع کر دیئے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ یہاں اوس وخزرج کے انصار آباد تھے جب حضور ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو انہوں نے آپ کے مہاجرین صحابہ کو اپنے ہاں جگہ دی، حضور نبی کریم ﷺ کی مدد کی اور آپ کے ساتھ مل کر دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ یہ سب حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان اور لطف وکرم تھا۔

صاحبِ کشاف زمخشری کا قول ہے **ان يتيما من قولهم درة يتيمه والمعنى الم يجدك واحدا فى قريش عديم النظير فآيك** نبی کریم ﷺ پر چند مہربانیوں کا ذکر ہے

جن کا تعلق حضور ﷺ کی ابتدائی زندگی سے ہے تاکہ آئندہ مہربانیوں کی اُمید کو ان پر قیاس کیا جاسکے ارشاد ہے کہ کیا اُس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔ صاحب کشاف علامہ زمخشری کا قول ہے ان کے قول کے مطابق بلاشبہ یتیم سے مراد دریتیم ہے جس کے معنی بے نظیر وعدیم النظیر کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ کیا اُس نے (اللہ نے) تمہیں قریش میں واحد و یکتا اور بے نظیر نہ پایا پھر تمہیں مقام قرب میں جگہ دی اور آپ کے دشمنوں کے اندر اپنی حفاظت میں آپ کی پرورش کی اور نبوت ورسالت کے ساتھ مشرف فرمایا۔ (تفسیر الحسنات)

﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ اور آپ کو اپنی محبت میں گم (خودرفتہ' متوالا) پایا تو اپنی طرف راہ دی (اپنے تک پہونچنے کی راہ پر گامزن کیا' منزلِ مقصود تک پہنچا دیا)۔

قرآنِ کریم کا دعویٰ ہے: ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾ اے محبوب ! آپ کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ یہاں اس کی دلیل دی جارہی ہے کہ ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ اور آپ کو اپنی محبت میں گم (خودرفتہ' متوالا) پایا تو اپنی طرف راہ دی (اپنے تک پہونچنے کی راہ پر گامزن کیا' منزلِ مقصود تک پہنچا دیا)۔ یعنی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہوئی' آپ ہماری طرف بڑھے تو ہم نے بھی مایوس نہیں کیا۔ جب ہم نے آپ کو تلاش میں متوالا پایا اور جب آپ کے آنے میں متوالا انداز دیکھا۔ اے محبوب ! ہم نے آپ کو راستہ دکھلایا۔

اس آیت کے ترجمہ میں بڑے بڑے مدعیان علم نے بُری طرح ٹھوکر کھائی ہے اس لئے اس کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش فرمائیے۔ ضآلًّا : ضلالت سے اسم فاعل ہے۔ عام طور پر ضلالت کا یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے راہِ راست سے بھٹک جانا' گمراہ ہونا' عقیدہ وعمل میں غلط راستہ اختیار کرنا۔ علمائے اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی عقیدہ اور عمل کی ہر کجی سے معصوم تھے۔ حضور ﷺ نے اس مشرکانہ ماحول میں عمر بسر کی' لیکن ایک لمحے کے لئے بھی شرک نہیں کیا۔ زمانہ جاہلیت کی لغویات سے حضور ﷺ کا دامن ہمیشہ محفوظ رہا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عرب معاشرہ جس قسم کی

فکری اور عملی گمراہیوں میں مبتلا تھا' حضور ﷺ ان سے ہمیشہ بالکل منزہ اور مبرا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی سابقہ زندگی کو آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ﴿ وَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ (یونس/۱۶) میں نے اپنی عمر اس سے پہلے تم میں گذاری ہے' کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (کیا تمہیں عقل نہیں) ﴿ مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴾ تمہارے صاحب (آقا' نبی کریم ﷺ) نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ سورۃ النجم کی اس آیت میں بھی حضور ﷺ سے عقیدہ اور عمل کی گمراہی کی نفی کی گئی ہے۔ ان آیات کی موجودگی میں تاریخ کی اٹل شہادت کے باوجود یہاں **ضالا** کا معنی گمراہ یا بھٹکا ہوا کرنا خود بڑی ضلالت ہے **العیاذ باللہ**

قرآنِ مجید کے غلط ترجموں کی نشاندہی : ﴿ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴾

☆ اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی۔ (شاہ عبدالقادر)

☆ اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی۔ (محمود الحسن دیوبندی)

☆ اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا' پس راہ دکھائی۔ (شاہ رفیع الدین)

☆ اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا۔ (عبدالماجد دریابادی)

☆ اور تم کو دیکھا کہ راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دینِ اسلام کا سیدھا راستہ دِکھا دیا۔ (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

☆ اور تم کو بھٹکا ہوا پایا اور منزلِ مقصود تک پہنچایا۔ (مقبول شیعہ)

☆ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت) سے بے خبر پایا سو آپ کو (شریعت کا) راستہ بتلا دیا۔ (اشرف علی تھانوی)

☆ اور تجھے راہ بھولا کر ہدایت نہیں دی؟ (محمد جوناگڑھی اہل حدیث)

☆ اور تجھے (دینی مسائل کی تفصیل سے) بے خبر پایا تو رہنمائی کی (ثناء اللہ امرتسری اہل حدیث)

ان مترجمین کی نظر الفاظِ قرآنی کی رُوح تک نہیں پہنچ سکی اور اُن کے ترجمہ سے قرآن کریم کا مفہوم ہی بدل گیا ہے بلکہ معنوی تحریف ہوگئی ہے۔ حرمتِ قرآن' عصمت انبیاء اور وقار انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچی ہے۔ اب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

☆ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

آیت مذکورہ میں لفظ 'ضَآلًا' استعمال ہوا ہے بد مذہب مترجمین نے یہ نہ دیکھا کہ ترجمہ میں کس کو 'بھٹکتا' بے خبر' راہ بھولا کہا جا رہا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی عصمت باقی رہتی ہے یا نہیں' اس کی پروا نہیں۔ کاش یہ مترجمین تفاسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد ترجمہ کرتے یا کم از کم اس آیت کے سیاق وسباق (اول وآخر) ہی بغور دیکھ لیتے۔ انداز خطاب باری تعالیٰ پر نظر ڈال لیتے۔ ایک طرف تو ﴿مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۙ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۙ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ اے محبوب ! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا' اور بیشک ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے' اور (اے محبوب!) بیشک عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

دوسری طرف اس کے بعد ہی رسول ذیشان کی گمراہی کا ذکر کیسے آ گیا؟ آپ خود غور کریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر کسی لحظہ گمراہ ہوتے تو راہ پر کون ہوتا؟ یا یوں کہئے جو خود بھٹکتا پھرا ہو' راہ سے بے خبر' راہ بھولا ہوا ہو وہ ہادی کیسے ہوسکتا ہے؟ اور خود قرآن مجید میں نفیِ ضلالت (حضور نبی مکرم ﷺ کے گمراہ ہونے کی نفی) کی صراحت موجود ہے۔

﴿مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾ النجم) تمہارے صاحب (آقا' نبی کریم ﷺ) نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ (تمہارا زندگی بھر کا ساتھی نہ راہِ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا)۔

صاحبکم سے مُراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات ہے۔ صاحب کا معنی سید اور مالک بھی ہے کہتے ہیں **صاحب البیت** گھر کا مالک اور اس کا معنیٰ ساتھی اور رفیق بھی ہے لیکن صرف ایسے ساتھی کو صاحب کہا جاتا ہے جس کی رفاقت اور سنگت بکثرت ہو۔ حضور ﷺ کو سب کا ساتھی فرمایا' کیونکہ حضور جان کے' ایمان کے ساتھی ہیں۔ جہاں سب ساتھ چھوڑ دیں گے قبر وحشر وغیرہ میں حضور وہاں ساتھ ہیں۔

حضور رحمت عالمیان ﷺ نے جب توحید کی دعوت کا آغاز کیا اور اہلِ مکہ کو کفر وشرک سے باز آنے کی تبلیغ شروع کی تو اہلِ مکہ نے کہنا شروع کیا کہ آپ گمراہ ہو گئے ہیں'

اپنی قوم کا راستہ چھوڑ دیا ہے اُن کا عقیدہ بگڑ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے قول، عمل اور کردار میں گمراہی کا نام ونشان تک نہیں۔ اُن کے عقیدہ میں کوئی غلطی اور کجی نہیں اور **صاحبکم** فرما کر اپنے حبیب کی کتابِ حیات کھول کر اُن کے سامنے رکھ دی یعنی یہ کوئی اجنبی نہیں جو دیارِ غیر سے آ کر یہاں فروکش ہو گئے ہیں اور نبوت کا دھندا شروع کر دیا ہے تم اُن کے ماضی سے، اُن کے خاندانی پس منظر سے، اُن کے اطوار واحوال سے اور سیرت وکردار سے اچھی طرح واقف ہو۔ اُن کا بچپن تمہارے سامنے گزرا، اُن کا عہد شباب اسی ماحول میں اور تمہارے اس شہر میں بسر ہوا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ اور تمہارے سامنے کاروبار بھی کیا ہے سماجی، قومی اور ملکی مسائل میں اُن کی فراست کے تم چشم دید گواہ ہو۔ اُن کی کتاب زیست کا کون سا باب ہے جو تم سے پوشیدہ ہے، کون سا ورق ہے جو تم سے مخفی ہے جب اُن کی ساری زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ، پھول کی طرح شگفتہ اور آفتاب کی طرح بے داغ ہے تو تمہیں اُن پر ضلالت وغوایت کے الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو گمراہ اور راہِ حق سے بے خبر کہنا کفار کی پرانی عادت ہے۔ رب تعالیٰ نے حضور ﷺ سے دو چیزوں کی نفی فرمائی۔ حضور ﷺ کا قلب بُرے خیالات اور حضور کا قالب ناپسندیدہ افعال سے ہمیشہ ہی محفوظ رہا۔ جب ایک مقام پر ربِ کریم گمراہ اور بے راہی کی نفی فرما رہا ہے تو دوسرے مقام پر خود کیسے گمراہ ارشاد فرمائے گا؟ قرآن کی ایک آیت دوسری آیت سے نہیں ٹکرائے گی، قرآنی آیات میں تضاد (Contradiction) نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ 'کنز الایمان' میں ادب رسالت کا پہلو تو جداگانہ اور امتیازی شان کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ کی ساری زندگی عشق وادب مصطفوی ﷺ کی تعلیم اور پاس ادب سے نابلد لوگوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں بسر ہوئی۔ آیت ﴿**وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى**﴾ کا ترجمہ اہل علم کے لئے ایک آزمائش سے کم درجہ نہیں رکھتا تھا۔ اکثر مترجمین کے تراجم بلاشک وشبہ شانِ رسالت اور ادب بارگاہِ مصطفوی ﷺ کے منافی تھے۔ مترجمین کے ہاتھ سے بوجوہ ادب

رسالت کا دامن چھوٹ گیا تھا اور وہ اس حقیقت سے صرف نظر کر بیٹھے کہ اللہ کا کلام جو اُترا ہے ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا) کا مصداق بن کر ہے اور جو حضور ﷺ کی نسبت ﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (الشوریٰ/۴۲) (اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو) کا دعویٰ کرتا ہے تو ایسے معظم و اعلیٰ مرتبت رسول کی نسبت یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ راہِ حق سے بھٹکا ہوا' بے خبر یا گم کردہ راہ تھا کتنا بڑا ظلم ہے یہ سوءِ ادبی ہے اور حدِ ادب سے باہر ہونا ہلاکت ہے۔ جس کا اپنا یہ عالم ہو کہ وہ راہِ صواب سے بھٹکا ہوا ہو کس طرح دوسروں کو ہدایت کی دولت سے بہرہ ور کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ **ضال** کا ایک معنی گمراہ بھی ہے لیکن اس کی نسبت ختمی مرتبت ﷺ کی طرف کرنے کا تصور بھی منافی ایمان ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس نازک مقام کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا 'اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'۔

امام صاوی' امام رازی' امام اصفہانی' علامہ خازن دیگر متعدد مفسرین اور علمائے لغت نے بھی **ضال** کا معنی کسی کے عشق و محبت اور شوقِ ملاقات میں یوں خود رفتہ ہو جانا کہ اپنی بھی خبر نہ رہے' یہی بیان کیا ہے اور یہ معنی خود قرآن سے ثابت ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت و فرقت میں رو رو کر اپنی بینائی متاثر کر بیٹھے تھے ایک روز جب اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ مجھے اپنے بیٹے یوسف کی بو آ رہی ہے تو وہ کہنے لگے: ﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ﴾ (یوسف/۹۵) خدا کی قسم آپ اپنی پرانی خود رفتگی میں ہیں۔ اس قرآن مثال کے ذریعے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ خود رفتگی اور استغراق محبت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

☆ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: **اشارة الی شغفه یوسف وشوق الیه** ضلال سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام سے محبت اور اُن کا شوق مُراد ہے۔

امام راغب اصفہانی اس پر قرآن پاک سے تائید پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زلیخا کو طعنہ دیتے ہوئے مصر کی عورتوں نے کہا تھا: ﴿قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (یوسف/۳۰) اُس کی محبت نے اُسے دیوانہ کر دیا ہے (اس کا دل یوسف کی محبت

سے لبریز ہے) ہم تو اُسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں (ہم اسے اس کی محبت اور شوق میں ہی ڈوبی ہوئی پاتی ہے)۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

☆ جب پانی دودھ میں ملا دیا جائے اور پانی پر دودھ کی رنگت وغیرہ غالب آ جائے تو عرب کہتے ہیں **ضل الماء فی اللبن** کہ پانی دودھ میں غائب ہوگیا۔ اس استعمال کے مطابق آیت کا معنی ہوگا **کنت مغمورا بین الکفار بمکة فقواك الله تعالیٰ حتی اظهرت دینه**' آپ مکہ میں کفار کے درمیان گھرے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت عطا فرمائی اور آپ نے اس کے دین کو غالب کیا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

☆ ایسا درخت جو کسی وسیع صحرا میں تنہا کھڑا ہو اور مسافر اس کے ذریعے اپنی منزل کا سراغ لگائیں۔ اس کو بھی عربی میں **الضال** کہتے ہیں **العرب تسمی الشجرة الفریدة فی الفلاة ضالة** اس مفہوم کے اعتبار سے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جزیرۂ عرب ایک سنسان ریگستان تھا جس میں کوئی ایسا درخت نہ تھا جس پر ایمان اور عرفان کا پھل لگا ہوا ہو۔ صرف آپ کی ذات' جہالت کے اس صحرا میں ایک پھلدار درخت کی مانند تھی۔ پس ہم نے آپ کے ذریعہ سے مخلوق کو ہدایت بخشی (کبیر) **فانت شجـــرة فریدة فی مغارة الجهل فوجدتك ضالا فهدیت بك الخلق**

☆ ابو حیان کا قول ہے' اور ہم نے تمہاری قوم کو گمراہ پایا تو انہیں تمہارے ذریعہ ہدایت بخشی'۔ کبھی قوم کے سردار کو خطاب کیا جاتا ہے لیکن اصلی مخاطب قوم ہوتی ہے یہاں بھی یہی معنی ہے **ای وجد قومك ضالا فهداهم بك** اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمراہ پایا اور آپ کے ذریعہ سے اُن کو ہدایت بخشی۔ اے حبیب ! اگر کوئی گمراہ آپ کو تھام لے' آپ کے دامن سے وابستہ ہو جائے' آپ کی رسالت کا اقرار کرلے تو وہ ہدایت پائے گا۔

☆ حضرت جنید قدس سرہ' سے منقول ہے کہ **ضالا** کا معنی **متحیرا** یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے بیان میں حیران پایا تو اس کے بیان کی تعلیم فرمادی۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

☆ امام رازی کہتے ہیں کہ **الضلال بمعنی المحبة کما فی قوله تعالیٰ انك فی ضلالك القدیم** یعنی یہاں ضلال سے مراد محبت ہے جس طرح سورہ یوسف کی اس آیت

میں ہے۔ مذکورہ آیت کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو ایسی شریعت سے بہرہ ور فرمایا جس کے ذریعہ آپ اپنے محبوب حقیقی کا تقرب حاصل کرسکیں گے۔ علامہ پانی پتی نے اس قول کو بایں الفاظ بیان کیا ہے: **قال بعض الصوفية معناه وجدك محبا عاشقا مفرطا فی الحب والعشق ...... فهداك ......الی وصل محبوبك حتی كنت قاب قوسين او ادنیٰ** یعنی بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت اور اپنے عشق میں از حد بڑھا ہوا پایا تو آپ کو اپنے محبوب کے وصال کی طرف رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ **قاب قوسين او ادنیٰ** کے مقام پر فائز ہوئے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمۃ)

☆ علامہ آلوسی نے اس آیت کے ضمن میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک بار حضور عہد طفولیت میں اپنے دادا جان سے الگ ہوکر مکہ کی گھاٹیوں میں چلے گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے بہت تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے جس سے آپ کی بے چینی بہت بڑھ گئی اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرنی شروع کردی۔ حضور ﷺ کسی گھاٹی میں گھوم رہے تھے اسی اثنا میں ابوجہل اپنی اونٹنی پر سوار اپنے ریوڑ کو ہانک کر لا رہا تھا۔ اس نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو اپنی اونٹنی پر بٹھایا۔ اُتر کر حضور ﷺ کو جالیا اور اپنے پیچھے بٹھایا اور خود آگے بیٹھا اور اونٹنی کو اٹھنے کا اشارہ کیا لیکن اونٹنی اُٹھنے کا نام ہی نہ لیتی۔ جب بڑی کوشش کے باوجود اس نے جنبش نہ کی تو ابوجہل حیران رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو قوت گویائی بخشی اور اس نے کہا **یااحمق هو الامام وكيف يكون خلف المقتدی** اے بے وقوف ! یہ امام ہیں اور امام مقتدی کے پیچھے کھڑا نہیں ہوا کرتا۔ اس نے ناچار آپ کو اُٹھا کر آگے بٹھایا تو اونٹنی فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ذریعے اپنی والدہ تک پہنچایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے فرعون، ابوجہل کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جد امجد تک پہنچایا۔

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم بچپن میں تھے اور حسین وجمیل تھے اور مکہ کے جوانوں میں معروف ومشہور تھے حلیمہ نے تمہیں

دودھ پلایا تھا پھر وہ تمہارا دودھ چھڑا کر تمہیں تمہارے دادا عبدالمطلب کے پاس تمہیں واپس سپرد کرنے آئی تھی۔ (تفسیر الحسنات، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی رحمۃ الہ علیہ)

☆ سعید بن میسّب سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے قافلہ میں ابوطالب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی تھے ایک شب جب کہ حضور ﷺ ناقہ (اونٹنی) پر سوار راہ منزل پر چل رہے تھے کہ ابلیس نے ناقہ کی مہار تھام کر قافلہ سے الگ دوسری راہ پر ڈال دیا تو جبرئیل علیہ السلام نے فی الفور حاضر ہوکر ابلیس پر ایسی پھونک ماری کہ وہ حبشہ میں جا گرا اور آپ (ﷺ) کو پھر قافلہ کے ساتھ ملا دیا۔ اسی طرح کی ایک روایت صغرسنی (بچپن) میں آپ کے گم ہونے کی ہے اور یہ روایت مرفوع ہے اور اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے امام رازی کا یہی قول ہے۔ (تفسیر الحسنات)

بے شک ضلال میں بے خبری کا معنی پایا جاتا ہے اور بے خبر ہونا ضلال کا تقاضا بھی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز سے بے خبری؟ کسی نے اس بے خبری کو راہ شریعت سے بے خبری پر محمول کیا ہے، کسی نے راہ ہدایت سے بے خبری پر اور کسی نے راہ حق سے عدم آگہی پر۔ لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اسے وفور محبت میں خود سے بے خبری پر محمول کیا۔ یعنی حضور ﷺ وفورِ محبت الٰہی میں اس قدر مستغرق تھے کہ آپ کو اپنی ذات تک کی خبر نہ تھی۔

تاریخی تناظر میں بھی یہی حق وصواب ہے کہ حضور ﷺ بعثت سے چالیس چالیس روز تک غار حرا کی تنہائیوں میں یادالٰہی میں مصروف رہتے تھے چنانچہ ختمی مرتبت ﷺ کی عشق الٰہی میں استغراق ومحویت کی اسی کیفیت کو ترجمے کے قالب میں ڈھالتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ فرمایا 'اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'

یعنی اے محبوب ﷺ جب تیری محبت ومحویت اس کمال تک پہنچ گئی کہ تجھے نہ اپنی خبر رہی نہ دُنیا ومافیہا کی یعنی جب تیرا استغراق وانہماک اپنے نقطۂ عروج کو چھونے لگا تو **فھدیٰ** ہم نے تمام حجابات مرتفع کر دیئے، تمام پردے اُٹھا دیئے، تمام دُوریاں مٹا دیں۔ تمام فاصلے سمیٹ دیئے اور اپنی بارگاہ صمدیت میں مقام محبوبیت پر فائز کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے

محبؒ ومحبوب کے مابین چاہت ومحبت کے کیفیات اور کمال درجہ احوال ودلربائی کا لحاظ کرتے ہوئے اس انداز سے ترجمہ کیا کہ لغت وادب کے تقاضے بھی پورے ہوگئے اور باگاہِ رسالتمابﷺ کے ادب کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پایا۔

حضورﷺ ہدایت کے امین اور دین حق کے علمبر دار ہیں :

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبﷺ کو ہدایت کا امین اور دین حق کا علمبر دار بنایا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ ۹/۳۳ ' الصّف ۶۱/۹)

وہی (قادرمطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتاب) ہدایت اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کردے اُسے تمام دینوں پر' اگرچہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مُشرکوں کو۔

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا﴾ (الفتح ۴۸/۲۸)

وہی (قادرمطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتاب) ہدایت اور دینِ حق دے کر تاکہ غالب کردے اُسے تمام دینوں پر' اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کو ہدایت سے متصف کر کے مضبوط پائیدار نہ مٹنے والا ناقابل نسخ دین دے کر ساری مخلوق کی طرف ہمیشہ کے لئے بھیجا۔ ہدایت سے مُراد قرآن' دینِ حق سے مراد شریعت یا ہدایت سے مراد علم' دین سے مُراد عمل۔۔ایسا دین جو حق ہے۔

ہدایت کے معنیٰ راہ دکھانا بھی ہیں اور مقصود پر پہنچانا بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبﷺ کو ساری کائنات کے لئے ہادی ومُرشد بنایا ہے۔ سب لوگ دنیا میں ماں باپ' استاد' مشائخ اور ساتھیوں سے مختلف قسم کی ہدایتیں لیتے ہیں مگر حضورﷺ نے کسی سے ہدایت نہ لی۔ رب تعالیٰ نے ہر طرح کی ہدایت دے کر بھیجا' اسی لئے حضورﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا (روح البیان)۔ ظہور نبوت سے پہلے نمازیں پڑھیں' دوسرے یہ کہ تمہاری ہدایتیں حضورﷺ کو عطا فرمائیں' یعنی جسے جو ہدایت ملے گی وہ

حضور ﷺ سے ملے گی۔ حضور ﷺ کو سر چشمہء ہدایت بنا کر بھیجا' جس کے مُقدّر میں اس ظلمت کدہ عالم کو منور کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ایسا جامع نظامِ حیات اور شریعت بیضا دے کر مبعوث فرمایا ہے جو افراط وتفریط' گونا گوں بدعنوانیوں سے روندے ہوئے گلشنِ انسانیت کے لئے پیغام بہار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس منصب رفیع پر فائز کیا ہے کوئی طاقت اس کو اس شرف سے محروم نہیں کرسکتی۔ ساری دُنیا انکار کردے اس کی عظمت کا ماہِ تمام چمکتا ہی رہے گا۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر' دلِ عرش پر ہے تری نظر
ملکوت وملک میں کوئی شئے' نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

سچا دین اور ہدایت حضور ﷺ کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں جیسے آفتاب کے ساتھ روشنی' کہ حضور ﷺ کو چھوڑ کر نہ ہدایت ملتی ہے نہ سچا دین۔ اگر صرف قرآن سے ہدایت مل جاتی تو حضور ﷺ کو دنیا میں کیوں بھیجا جاتا؟ دوسرے یہ کہ حضور ﷺ کبھی ہدایت اور سچے دین سے الگ نہ ہوئے کیونکہ یہ دونوں حضور ﷺ کے ساتھ بھیجے گئے ہیں جو اُنھیں ایک آن کے لئے بھی ہدایت سے الگ مانے وہ بے دین ہے۔

رب تعالیٰ سے جب بندہ عرض کرتا ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ تو ساتھ ہی ایسے راستے کی طلب کرتا ہے جو راستہ درست ہو اور کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہو تو کہا ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ اُن لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تو نے اپنا خصوصی انعام فرمایا ہے۔ انعام یافتہ بندوں میں سے جو سب سے پہلی بارگاہ ہے وہ ذاتِ کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا درِ پاک ہے پھر صدیقین' شہداء' صالحین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾ (النسآء/ ٦٩) اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء پر اور صدیقین پر اور شہداء پر اور صالحین پر۔

قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں معیار حق بنایا ہے۔ اسی لئے یہ تنقید سے بھی بالاتر ہیں۔

ذرا غور کریں کہ حضور ﷺ جو منجانب اللہ پیکر ہدایت بن کر تشریف لائے آپ نے نظام اخلاق کا جو چارٹر دیا ہے آج بڑے سے بڑا کوئی دانشور‘ قانون داں‘ سیاستداں و مفکر ایسا چارٹر نہیں دے سکتا ہے جو چودہ سو سال پہلے حضور سید المرسلین ﷺ نے اپنے ہی شب وروز کو انسانیت کے لئے ایک نمونہ بنا دیا۔ حضور ﷺ نے اخلاقیات کے ابواب کھولے تو آپ نے والدین کے حقوق‘ اولاد کے حقوق‘ اہل قرابت کے حقوق‘ ہمسائے کے حقوق‘ یتیموں کے حقوق‘ حاجت مندوں کے حقوق‘ بیماروں کے حقوق‘ غلاموں کے حقوق‘ مہمانوں کے حقوق‘ عام مسلمانوں کے باہمی انسانی برادری کے حقوق‘ جانوروں کے حقوق‘ زبان کی سچائی‘ دل کی پاکیزگی‘ عمل میں خلوص‘ سخاوت‘ عفت و پاکبازی‘ امانت و دیانتداری‘ رحم و کرم‘ شرم و حیاء‘ عدل و انصاف‘ عہد کی پابندی‘ ایثار و قربانی‘ عفو و درگزر‘ حلم و بُردباری‘ تواضع و انکسار‘ خوش کلامی‘ اعتدال و میانہ روی‘ خود داری و عزت نفس‘ استقامت و حق گوئی‘ نماز کی ادائیگی‘ روزوں کی ادائیگی‘ زکواۃ کی ادائیگی‘ حج کی ادائیگی‘ صبر و رضا‘ توکل و استغناء‘ طہارت اور طہارت کے آداب‘ کھانے پینے کے آداب‘ مجلس کے آداب‘ ملاقات کے آداب‘ چلنے پھرنے کے آداب‘ سفر کے آداب‘ لباس کے آداب اپنانے کی ہدایت فرمائی۔ حضور ﷺ نے جب منکرات سے بچنے کی ہدایت فرمائی تو جھوٹ بولنے کی ممانعت‘ جھوٹی قسمیں کھانے کی ممانعت‘ خیانت و بددیانتی‘ غداری و دغا بازی‘ بہتان لگانے کی ممانعت‘ چغل خوری کی ممانعت‘ غیبت و بدگوئی‘ خوشامد و بدکلامی‘ بخل کی ممانعت‘ حرص و لالچ و چوری کی ممانعت‘ ناپ تول میں کمی کی ممانعت‘ رشوت‘ سفارش‘ سودخوری‘ شراب نوشی‘ بغض و کینہ‘ ظلم کرنے کی ممانعت‘ فخر و غرور کی ممانعت‘ ریاکاری کی ممانعت‘ خود بینی و خود نمائی‘ حسد‘ فحش گوئی‘ بے ایمانی و بے حیائی کی ممانعت فرمائی...... یہ وہ اخلاق رزیلہ ہیں جن کے اپنانے سے گھر سے لے کر معاشرہ میں بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام اخلاق رزیلہ سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے نسل آدمیت کے سامنے اپنے آپ کو ایک آئیڈیل کے طور پر پیش کیا۔

الغرض حضور نبی الرحمۃ ﷺ اور انعام یافتگان جو آپ کے متبع ہوئے اُن کی زندگی کا لمحہ لمحہ انسانیت کے لئے ایک کامل نمونہ ہے:

ہر لحظہ مومن کی نئی شان نئی آن　　　کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان

﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى﴾ اور آپ کو حاجت مند (اہل وعیال والا) پایا تو غنی فرما دیا۔ [اگر کوئی مفلس محتاج آپ کے دامن کو تھام لے تو وہ غنی و مالدار بن جائے]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہی خاندان یا مال داروں میں پیدا نہ فرمایا بلکہ مسکینوں میں اور مسکینی حالت میں پیدا فرمایا تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اسلام کا عروج مال یا حکومت سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیال دار پایا (کیونکہ ساری اُمت حضور ﷺ کی عیال ہے) تو غنی کر دیا یا آپ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ ظاہری غنی کی تو صورت یہ تھی کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی جان، اپنا سارا مال حاضر کر دیا اور اپنے تمام رشتہ داروں کی موجودگی میں یہ اعلان کر دیا کہ یہ مال اب میرا نہیں بلکہ ان کا ہے، چاہے تو ابھی تقسیم کر دیں چاہے اپنے پاس رکھیں۔ ام المؤمنین کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال و متاع حضور کی خدمت کے لئے وقف کر دیا، پھر عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال کے ذریعہ غنی فرما دیا، جیسے باپ سعادت مند اولاد کے مال سے غنی ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ، سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بڑے خوش نصیب ہیں اور بڑے غنی ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب ﷺ کے لئے غنی فرمایا......خود وہ حضرات بہت خوش نصیب تھے کہ انہیں اس خدمت کا موقعہ ملا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مرید یا شاگرد یا بیٹا سعادت مند ہے جس کا مال پیر، استاذ، باپ پر خرچ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ ارزانی فرمائی کہ قلبِ مبارک کو غنی کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو اس طرح غنی کر دیا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں، بلکہ عرش و فرش کا آپ کو مالک بنا دیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّـآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ اے محبوب ہم نے آپ کو (خیر کثیر) بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ اور فرماتا ہے ﴿اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾

(التوبہ/۷۴) انہیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔ کائنات کی ہر چیز کو تابعِ فرمان فرما دیا۔ ایک دن حضور کاشانہ اقدس میں تشریف لائے، مسلسل فاقہ کشی کے باعث شکم مبارک کمر کے ساتھ پیوست ہو گیا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے تاب ہو گئیں اور اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شکمِ مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنے رب سے اتنا تو مانگئے کہ یوں فاقوں کی نوبت تو نہ آئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو یہ سارے پہاڑ سونے کے بن کر میرے جلو میں چلنا شروع کر دیں **لو شئت لسارت معی هذه الجبال ذهبا** حضور ﷺ کا یہ فقر، فقرِ اضطراری نہ تھا بلکہ فقرِ اختیاری تھا۔ رسول کے چاہنے سے سب کچھ ہو جاتا ہے اس لئے کہ جسے رسول چاہتا ہے اُسے خدا بھی چاہتا ہے یہ اختیارِ مصطفیٰ ﷺ ہے حضور ﷺ نے فقر کو پسند فرمایا کیونکہ جس کو ملک ابد کی سروری بخشی گئی ہو وہ مشتِ خاک پر حکومت کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ غرضکہ حضور ﷺ جیسا غنی نہ ہوا ہے نہ ہوگا جسے رب غنی کرے اس کے غنا کا کیا کہنا۔ رب تعالیٰ نے روئے زمین کے بادشاہوں کو فقیر فرمایا ﴿**انتم الفقرآء**﴾ یا یہ مطلب ہے کہ آپ کو غنا نفس بخشا کہ آپ کی وسعتِ نظر میں سونا ٹھیکری کی طرح بے قدر رہے۔ ایک قول ہے **المراد قنعك واغنی قلبك فان غنی القلب هو الغنی** مراد یہ ہے کہ تمہیں دولتِ قناعت سے مالدار کر دیا اور تمہارے دل کو غنی کر دیا تو بلاشبہ غنی وہی ہے جس کا دل غنی ہو، بخاری و مسلم میں ہے تونگری مال کی کثرت سے نہیں ملتی، حقیقی تونگری نفس کا بے نیاز ہونا ہے مثال کے طور پر اصحابِ صُفہ اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ شخص مراد کو پہنچا جو اسلام لایا اور اس کو ضرورت کے موافق رزق میسر ہو گیا اور اللہ نے اُسے دولتِ قناعت سے نواز دیا۔ حضور ﷺ جس پر نظر فرماتے ہیں غنی کر دیتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے۔ بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ ہم نے تم کو عیالدار پایا تو غنی کر دیا، تاکہ تم اپنی ساری عیال کو پرورش کرو یعنی عیال عول سے ہے

نہ کہ عیلہ سے۔ سارا جہان حضور ﷺ کا عیال ہے' حضور ﷺ کے دروازے سے پل رہا ہے خیال رہے کہ جماعتِ انبیاء میں چار نبی تونگر گزرے' ابراہیم' سلیمان' داؤد' یوسف علیہم السلام۔ باقی انبیاء مساکین' چونکہ ہمارے نبی تمام انبیاء کی صفات کے جامع ہیں لہذا آپ مسکین بھی تھے اور تونگر بھی۔ بعض علماء نے عائلاً کی تفسیر اُمت سے کی ہے یعنی ہم نے تمہاری اُمت کو حاجت مند پایا تو تمہیں اُن کی ضرورتوں کے لئے فضل ونعمت سے مالا مال کر دیا۔ (تفسیر الحسنات)

حضور ﷺ غنی بناتے ہیں : اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بدرجہ اتم غنی بنا دیا ﴿**اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ**﴾ (التوبہ۷۴/) انہیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

اغنیا پلتے ہیں دَر سے وہ ہے باڑا تیرا　　　اصفیا چلتے ہیں سَر سے وہ ہے رستہ تیرا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غنی کر دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ یہ کہنا یقیناً جائز ہے کہ اللہ' رسول نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کر دیتے ہیں۔

اللہ ورسول کی نعمتیں پا کر بے ایمان سرکش ہو جاتے ہیں۔

ان احسان فراموشوں (منافقین) کو دیکھو کہ قرضوں کے بوجھ تلے دبے جا رہے تھے کھانے تک کو میسر نہ تھا میرا رسول مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوا تو اس کی برکت سے کاروبار میں برکت ہوئی۔ کھیتوں میں اناج پیدا ہونے لگا۔ مال غنیمت میں ان کو بھی حصہ ملتا رہا اب جب مالی حالت اچھی ہوگئی تو بجائے اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں جن نوازشات سے مالا مال فرمایا ہے اس کا شکریہ ادا کرتے' اُلٹا مخالفت پر آمادہ ہیں یہ بعینہ اس طرح ہے جس طرح ہم اردو میں کہتے ہیں کہ میرا اس کے سوا اور کیا قصور ہے کہ میں نے اسے مصیبت سے نجات دلائی۔

حضور ﷺ سب کے محسن اعظم ہیں آپ کی نافرمانی انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی ہے اور طریقہ منافقین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نمک حلال بنائے ہم حضور ﷺ کے نمک خوار' اُن کے دَر کے پروردہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسا غنی کر دیا ہے کہ آپ دوسروں کو بھی غنی فرما دیتے ہیں رب فرماتا ہے ﴿ وَوَجَدَكَ عَـائِلًا فَـاَغْنٰـى ﴾ رب نے آپ کو بڑا عیال دار پایا تو غنی کر دیا۔۔ کہ تم ایسے ایسے ہزاروں جہانوں کو پال سکتے ہو (بخاری شریف)

کیوں جاؤں میں کہیں کہ غنی تم نے کر دیا　　اب ہے یہ گھر پسند یہ در یہ گلی عزیز
ان کے دَر نے کر دیا سب سے غنی　　بے طلب بے مانگے اتنا مل گیا
ہاتھ جس سمت اٹھے غنی کر دیا　　ان کے دست سخاوت پہ لاکھوں سلام

اللہ تعالیٰ نے زمین کے سارے خزنوں کی کنجیاں مرحمت فرما دیں اور کائنات کی ہر چیز کو تابع فرما دیا۔

مسئلہ : حضور انور ﷺ کے لئے لفظ فقیر استعمال کرنا حرام ہے بے ادبی کی نیت سے ہو تو کفر ہے۔

اللہ رسول پر کسی کا کوئی حق نہیں، انہوں نے جسے جو دیا اپنے فضل سے دیا، بھکاری کا داتا پر کیا حق ہوتا ہے۔

یہ کہنا جائز ہے کہ ہمیں اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اللہ رسول جنت دیتے ہیں اللہ رسول دوزخ سے بچاتے ہیں۔

حضور ﷺ نعمتیں تقسیم فرماتے ہیں : حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں **اللّٰـــه یـعـطی وانا قاسم** اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ حضور ﷺ مالک و مختار ہیں لہذا آپ سے کوئی چیز مانگنا شرک نہیں ہے کیونکہ دینے والے سے مانگنا جائز ہے۔

رب دیتا ہے حضور تقسیم فرماتے ہیں، رازق وہ ہے قاسم یہ ہیں۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم　　رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
رب کی روزی اُن کا صدقہ　　کھاتے ہم ہیں کھلاتے یہ ہیں

بے ایمان لوگ اللہ رسول کی نعمتیں پا کر سرکش ہو جاتے ہیں اور اُن کے غلاموں سے الجھتے ہیں۔

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں　　ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

اللہ رسول عطا فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (توبہ/۵۹)
اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا کیا۔

اس آیت میں عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔

یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ، رسول نے ہمیں ایمان دیا۔ اللہ، رسول دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے حضور کے ذریعے دیتا ہے۔

مومن کا شیوہ تو یہی ہونا چاہئے کہ بارگاہ الٰہی اور بارگاہ رسالت پناہی سے جو نعمت عطا فرمائی جائے اس پر شکریہ ادا کرے اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرتے ہوئے اس کے مزید فضل وکرم اور اس کے محبوب رسول کی بیش از بیش جود وعطاء کا امیدوار رہے اور جو ظاہری و باطنی دولت خدا اور رسول کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور و مطمئن ہو۔

﴿سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ/۵۹)
اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں۔۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا اور حضور ﷺ کی عطا بغیر کسی قید کے مذکور ہوئی۔ عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور حضور ﷺ کی طرف بھی، لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول نے ہمیں عطا کیا اور عطا کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کی عطا، رب تعالیٰ کی عطا ہے۔ حضور ﷺ اپنے رب کے اِذن سے دیتے ہیں اور سب کچھ دیتے ہیں اور دیں گے۔ ہر چیز اللہ کے فضل سے ملتی ہے حضور کے ہاتھ سے ملتی ہے۔۔ جو کہے کہ حضور ﷺ کچھ نہیں دیتے، وہ یا تو جھوٹا ہے یا اپنی حالت بیان کر رہا ہوگا۔۔ اُسے حضور ﷺ نے کچھ نہیں دیا ہوگا۔ جو اِس دروازے سے محروم رہے وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔

اہل ایمان کے لئے یہی زیبا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے اُن کو مالا مال کر دے گا اور اس کے پیارے رسول کا ابر کرم جب

برسے گا اور اس کا دست جود و عطا جب حرکت میں آئے گا تو فقر و افلاس کا نام و نشان تک بھی باقی نہ رہے گا نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام نامی کے ساتھ اس کے حبیب کا اسم گرامی ملا دینے سے انسان مشرک نہیں ہو جاتا جس طرح آج کل بعض بدعقیدہ عناصر کہتے سنائی دیتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو قرآن کریم میں یہ آیت ہرگز شامل نہ ہوتی۔ ☆☆☆

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ پس کسی یتیم پر آپ شدت نہ فرمائیں (سختی نہ کریں)

اے محبوب! یتیموں کو قہر آلود نگاہوں سے نہ دیکھو' آپ یتیم تھے میں نے ٹھکانہ دیا' کیوں ٹھکانہ دیا' تاکہ تم دوسرے یتیموں کو ٹھکانہ دو۔ سارے یتیموں کا ماویٰ وملجا تمہیں بنانا تھا جب کوئی یتیم آپ کی بارگاہ میں آئے اُس کو حقارت سے نہ دیکھو۔ اے محبوب ! آپ بھی یتیم رہ چکے ہیں' آپ کو یتیموں کے دُکھ درد اور اُن کی شکستگی قلب کی خبر ہے۔

☆☆☆ عبداللہ بن سلام کا قول ہے **فلا تستذله** تو اس کو چھوٹا یا کمزور نہ کرو۔ مجاہد کا قول ہے **لاتحقره** اُسے مغلوب نہ بتاؤ (خوار نہ کرو)۔ سفیان کا قول ہے **لاتظلمه بتضييع ماله** اس کے مال کو ضائع کر کے اُس پر زیادتی نہ کرو۔ علماء کے نزدیک **قهر** غلبہ اور تذلیل کے معنوں میں ہے۔ (راغب' مفردات امام)

آپ یتیم تھے' اللہ تعالیٰ نے اپنے آغوشِ لطف وکرم کو آپ کے لئے کشادہ کر دیا۔ اب دُنیا بھر کے یتیموں کے لئے آپ کی بے پایاں شفقت ومحبت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہئے۔ کسی یتیم بے نوا پر سختی کرنا' اس پر غصہ ہونا یا اس سے بے اعتنائی کرنا آپ کو ہرگز زیبا نہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

بظاہر خطاب حضور نبی کریم ﷺ سے ہے مگر مُراد اُمت ہے۔عرب کے کفار یتیموں کے مال پر قبضہ کر کے انہیں محروم کر دیتے تھے۔اہل عرب کا عمومی چلن یہی تھا کہ کمزور کا مال چھین لیتے یا زبردستی قبضہ جما لیتے اور یتیم کو دباتے اور اُس پر ظلم کرتے۔ (تفسیر الحسنات)

زجاج کا قول یہ ہے کہ یتیم کے مال پر زبردستی قبضہ نہ کرو۔ دراصل حضور ﷺ کے ذکر کے درمیان یتیم وسائل کے بارے میں ہدایت ہے۔ ارشاد نبوی ہے **انا وكافل**

الیتیم کھاتین (ابن ماجہ) میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے جنت میں اس طرح ہوں گے۔ آپ (ﷺ) نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر اشارہ فرمایا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے **من صح علی رأس یتیم کان له بکل شعرة تمر علیها یده نور یوم القیامة** جس شخص نے از راہ شفقت کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھیرا بروز قیامت نور ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعا روایت ہے **اذا بکی اهتز لبکائه عرش الرحمن فیقول الله تعالیٰ لملائکته یاملائکتی من ابکی هذا الیتیم الذی غیب ابوه فی التراب فیقول الملائکة انت اعلم فیقول الله تعالیٰ یا ملائکتی انی اشهدکم ان علی لمن اسکته وارضاء ان ارضیه یوم القیامة فکان عمر رضی الله عنه اذا رأی یتیما مع راسه واعطاه شیئا** جب کوئی یتیم روتا چلا تا ہے تو اس کی آہ وفغان سے اللہ کا عرش لرز جاتا ہے (ہل جاتا ہے) تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے اے میرے ملائکہ اس یتیم کو جس کا باپ قبر کی مٹی میں چھپ گیا کس نے رُلایا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے اللہ تو خوب جانتا ہے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو میں تمہیں گواہ کرتا ہوں اس پر کہ جو اُسے چپ کرائے (دلاسا دے) اور اُسے راضی کرے گا میں قیامت کے روز اُسے راضی کروں گا (اس سے راضی ہو جاؤں گا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی یتیم کو دیکھتے تھے تو از راہ شفقت اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور اُسے کچھ عطا فرماتے۔

اس یتیم پرور آقا نے اپنے غلاموں کو بھی یتیم پروری کی بڑی تاکید فرمائی۔ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں اپنی سنگدلی کی شکایت کی، حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر دستِ شفقت پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ (بخاری شریف)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی ہو۔

مسئلہ : فقہاء فرماتے ہیں کہ میت نے اگر نابالغ اولاد چھوڑی ہو تو مشترکہ مال سے خرچہ کرنا

میت کے ختم، فاتحہ کرنا حتیٰ کہ کفن کے اُوپر کی چادر اور مصلے جو خیرات کر دیئے جاتے ہیں، دعوتِ میت اور تقریبات سب حرام ہے کہ اس میں یتیموں کا حق ہے۔ ☆☆☆

﴿ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَاتَنْهَرْ ﴾ اے محبوب ! اب کسی سائل کو نہ جھڑکو۔

سائل کہتے ہیں سوال کرنے والے کو۔ یہ سوال کرنے والے بھی عجیب عجیب ہیں۔ کچھ دُنیا کا سوال کرتے ہیں، کچھ آخرت کا سوال کرتے ہیں، کچھ نجات کا سوال کرتے ہیں، کچھ مغفرت کا سوال کرتے ہیں، کچھ دنیوی نعمتوں کا سوال کرتے ہیں، کچھ آخرت کی فلاح کا سوال کرتے ہیں۔ سائلین بھی مختلف ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ دُنیا کا سائل کہ آخرت کا سائل، دُنیا کی نعمتوں کا سائل کہ آخرت کی بھلائی کا سائل۔ کس سائل کی بات کی جارہی ہے۔ قرآن جواب دے گا کہ جب خدا نے مطلق رکھا ہے تو تجھے مقید رکھنے کا کیا حق ہے۔

اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

اے محبوب اب کسی طرح کا بھی کوئی سائل آئے تو نہ جھڑکنا۔ مغفرت کا سائل ہو چاہے رحمت کا سائل ہو، چاہے دُنیا کا ہو یا آخرت کا سائل ہو۔ دوستو ! میں سونچتا ہوں کہ جب سائل آتا ہے یہ موقع ضرور جھڑک دینے والا ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ کہہ سکتے تھے کہ اے سائل میں تو تجھے حرم کا پتہ دینے آیا ہوں، میں تجھے کعبہ کی طرف متوجہ کرنے آیا ہوں۔ تو مجھ ہی سے مانگنے آیا ہے۔ کعبۃ اللہ موجود ہے، مقام ابراہیم موجود ہے جہاں دُعا مستجاب ہے اے سائل یہاں کیوں آیا ہے غیر اللہ سے سوال کر کے مشرک بننے آیا ہے **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

یہ تو جھڑک دینے ہی کی بات تھی کیونکہ توحید کا معلم توحید کا باعث ہے۔ ضرور اے حبیب (ﷺ) سائل آئے تو کہو نکل جاؤ، مگر قرآن کیا کہتا ہے اے محبوب ! آنے والا آرہا ہے اس کو نہ جھڑکو کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ آنے والے کا یہ مقام قریب ہے **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

اب اگر سوال کرنا ہو تو سید الانبیاء سے کرو، اب اگر سوال کرنا ہو تو رسولِ عربی سے کرو، اگر

سوال کرنا ہوتو گنبدِ خضریٰ والے سے کرو۔ دُنیا میں تم کسی سے بھی سوال کرو گے تو جھڑک دیں گے مگر میرے محبوب نہیں جھڑکیں گے کیونکہ حکم خداوندی ہے **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

منگتا تو ہے منگتا کوئی شاہوں میں دِکھادے جسے میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

☆☆☆☆☆ تم اُسے نہ ڈانٹو اور ہاں اُسے کچھ دے کر اُس پر مہربانی کرو یا پھر اُسے حسن اخلاق (اچھی بات) سے واپس لوٹا دو۔ اگر کوئی طالب علم سوال پوچھے تو اُسے نہ جھڑکو کیونکہ جس شخص نے علم کو چھپایا اور طالبان علم تک نہ پہنچایا تو حدیث شریف میں ہے جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی پھر اُس نے اُسے چھپایا تو اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ سائل سے مراد منگتا ہو یا علم دین کا طالب علم ہو تو اس کا اکرام لازم ہے اور اس کی حاجت پوری کرنی چاہئے اور اگر نہ کر سکتا ہو تو نرمی اور اچھی بات کہہ کر لوٹا دے اور بدخلقی وترش روئی کا مظاہرہ نہ کرے۔ **للسائل حق وان جاء علی فرس** سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑی پر سوار ہو کر آئے۔ ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے **نعم القوم السئوال بحملون زادنا الی الاخرة** سوال کرنے والے لوگ کیا خوب ہیں کہ ہمارے توشہ کو آخرت کے لئے اُٹھاتے ہیں۔ (تفسیر الحسنات)

عالم طلباء کو' مشائخ مُرید صادق کو' غنی بھکاری کو نہ جھڑکیں کہ یہ سب سائلین ہیں' کبھی سائلین کے لباس میں کوئی مقبول بندہ بھی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ مال کا منگتا غنی کے دروازہ پر جاتا ہے' کمال کا منگتا کامل کے دَر پر جاتا ہے' دوا کا منگتا حکیم وڈاکٹر کے دروازہ پر جاتا ہے انصاف کا سائل جج وحاکم کے دَر پر جاتا ہے' علم کا سائل عالم کے دَر پر جاتا ہے ......مگر حضور ﷺ کا دروازہ ہر منگتے کے لئے ہمیشہ کھلا رہے گا کہ حشر میں بھی حضور ﷺ ہی سے سارا عالم شفاعت کی بھیک مانگے گا کیونکہ یہاں زمانہ کی بھی قید نہیں ہے۔ لفظ سائل سے دو مسئلے معلوم ہوئے (ا) حضور ﷺ سے ہر قسم کی دینی ودُنیاوی نعمتیں مانگنا جائز ہے حضور مجھے جنت' اولاد' ایمان دے' دوزخ سے بچالو وغیرہ' کیونکہ رب تعالیٰ نے عالَم (سارے جہانوں) کو حضور کا سائل قرار دیا' اس لئے صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے شفاء' جنت' اولاد مانگی ہے۔ جانوروں نے دادفریاد مانگی۔

(۲) رب تعالیٰ نے حضور کے خزانے بھر دیئے' ورنہ سائلوں کو وہاں نہ بھیجا جاتا۔ فرماتا ہے
﴿وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡٓا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ﴾ (النساء/۶۴) اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجائیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی' یارسول اللہ (ﷺ) اُن کی سفارش کریں تو بیشک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ (نورالعرفان)

یعنی اے رحمت مجسم ﷺ اگر یہ لوگ دُنیا بھر کے قصور (شرک وکفر' حرام کاریاں' گناہ کبیرہ وصغیرہ' چھپے کھلے' نئے پُرانے لغزشیں وخطائیں' ہر قسم کا جسمانی' جنانی اور رُوحانی سارے گناہ) کر کے اور اپنی جانوں پر طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد سائلانہ انداز میں جیسے داتا کے دروازے پر فقیر' حاکم کریم کے دروازہ پر اقبالی مجرم حاضر ہوتا ہے' نادم' شرمندہ وتائب ہو کر آپ کے حضور حاضر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے ظلم وجرم کی معافی مانگیں کیونکہ اللہ سے معافی مانگنے کے لئے بہتر وقت اور مناسب جگہ آپ کی بارگاہ میں حاضری ہے اور اے محبوب! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت (شفاعت) فرمادیں تو یہ لوگ مجھ کو توبہ قبول فرمانے والا مہربان پائیں گے' اُن کی توبہ قبول فرمائی جائے گی۔

رسول کے معنیٰ ہیں پیغام رساں اور فیضان رساں۔ بااختیار مختار ہو کر پیغام وفیضان دینا رسالت محمدی ہے۔ رسول کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے لینے کی' اور مخلوق سے نسبت ہے دینے کی' رب تعالیٰ سے لیتے ہیں مخلوق کو دیتے ہیں۔ اُن کا دست سوال رب تعالیٰ کی طرف ہے اور دست عطا ونوال مخلوق کی طرف ہے۔ خالق ومخلوق میں تعلق پیدا کرنے والے رسول ہوتے ہیں کہ اگر اُن کا واسطہ درمیان میں نہ ہو تو خالق ومخلوق میں کوئی تعلق نہ رہے۔ حضور ﷺ' اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کہ اُس کی نعمتیں ہم تک پہنچاتے ہیں اور ہمارے رسول ہیں کہ ہماری درخواستیں بارگاہ رب العزت میں پیش فرماتے ہیں اور ہمارے گناہ وہاں پیش کر کے معاف کراتے ہیں۔ جو کہے کہ ہم خود رب تعالیٰ تک پہنچ جائیں گے' وہ در پردہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا منکر ہے۔ اگر ہم وہاں خود پہنچ جاتے تو رسول کی کیا ضرورت تھی؟ رب تعالیٰ غنی ہو کر بغیر واسطہ ہم سے تعلق نہیں رکھتا' تو ہم محتاج اور ضعیف ہو کر رب تعالیٰ سے تعلق کیسے رکھ سکتے ہیں؟

حضور ﷺ کی فیض رسانی غیر محدود ہے کہ حضور ﷺ نے سب کو ہمیشہ فیض دیا۔ سائلوں سے ناراض ہوکر وہ جھڑکتے ہیں جس کو اپنے سرمایہ کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہو۔ جب آپ کے رب نے آپ کو غنی کردیا ہے تو یہ خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ پھر آپ کسی سائل کو کیوں جھڑکیں یا سائلوں کی کثرت سے تنگ دِل کیوں ہوں؟ آپ کو آپ کے رب نے بے شمار دولتیں اور بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ انہیں سائل کی استعداد کے مطابق بانٹتے رہیں۔ آپ کے دَر پر آنے والا کوئی سائل خالی نہ جائے۔ سیرت کی کتب ایسے ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جود وکرم کا اندازہ ہوتا ہے جو سائل دربارِ اقدس پر حاضر ہوا اُس کی جھولی بھر کر اُسے واپس کیا گیا اور آج بھی کشورِ معنی کے اس تاجدار کی سخاوت کی دھوم مچی ہے۔ کوئی آئے' جو چاہے مانگے' اسے خالی واپس نہیں کیا جاتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'معلوم ہوتا ہے کہ سب کے معاملات حضور ﷺ کے دستِ ہمت وکرامت کے سپرد ہیں جو چاہتے ہیں' جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں'۔

حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمی سے حضور ﷺ نے فرمایا سَلْ کچھ مانگ لو۔ عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی خدمت میں حاضری مانگتا ہوں۔ فرمایا اور کچھ مانگو' عرض کیا کہ یہ ہی کافی ہے (مشکوٰۃ باب السجود بروایت مسلم) اس حدیث کی شرح میں ملاعلی قاری مرقات میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمتیں حضور ﷺ کے قبضہ میں ہیں جس کو جس قدر چاہیں عطا فرمادیں۔

مالک ہیں خزانہ قدرت کے ۔۔۔ جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خُلد جناب ربیعہ کو ۔۔۔ بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے
اللہ کی مرضی سب چاہیں ۔۔۔ اللہ رضا اُن کی چاہے
ہے جنبش لب قانون خدا ۔۔۔ قرآن وخبر کی گواہی ہے

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور شارح بخاری ہیں۔ وہ

فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسی بیماری لگ گئی' جس کا علاج کر کے طبیب و معالج تھک گئے اور انہوں نے اس بیماری کو لاعلاج قرار دے دیا۔ فرماتے ہیں کہ' جمادی الاولیٰ ۸۹۳ ہجری کی اٹھائیسویں شب کو میں نے مکہ معظمہ میں مغیث الکونین ﷺ سے(**فَاسْتَغَثْتُ بِہٖ** ﷺ)فریاد کی اور مدد چاہی۔ دیکھئے امام قسطلانی تین سومیل دور مکہ معظمہ میں بیٹھ کر حضور ﷺ سے سوال کر رہے ہیں اور بیماری کے ازالہ کے لئے فریاد کر رہے ہیں اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ مسلمان کا ایمان ہی یہ ہے کہ:

فریاد امتی جو کرے حال زار کی   ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

حضور ﷺ سے سوال کرنا قرآن کریم' فعل ملائکہ' فعل صحابہ کرام اور عمل اُمّت سے ثابت ہے۔ ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر اپنی آنکھوں کی روشنی (بینائی) کا سوال کرتے ہیں۔ اُن کو یہ دُعا ارشاد ہوئی **اللھم انی اسئلك واتوجه اليك بمحمدٍ نبی الرحمة يامحمد اِنِّیْ قد توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذهٖ لتقضی اللهم فشفعه فیَّ** ۔اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور ﷺ نبی الرحمۃ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں توجہ کی تاکہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما -۔یہ دُعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔اس میں حضور ﷺ سے سوال ہے۔

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے کبھی کسی سائل کے جواب میں 'نہ' نہیں فرمایا۔

ماقال لاقطا لا فی تشهده   لو لا التشهد كانت لاء ہٗ نعم

حضور ﷺ نے **لا** کبھی نہیں کہا سوائے کلمہ شہادت کے۔ اگر یہ کلمہ شہادت نہ ہوتا تو حضور ﷺ کی 'نہ' بھی ہاں ہوتی۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بحرین سے نوے ہزار درہم آئے۔ حضور ﷺ نے مسجد میں ایک چٹائی بچھا کر اُن کا ڈھیر لگا دیا۔ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد اُن کو بانٹنا

شروع کیا اور ظہر تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ جب سب درہم بانٹ دیئے گئے تو اتفاقاً ایک سائل آ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ البتہ تم کسی دُکاندار کے پاس چلے جاؤ اور تمہیں جس چیز کی ضرورت ہے اس سے لے لو اور اسے کہو کہ وہ میرے نام لکھ دے، میں اُس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ! آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلّف تو نہیں کیا۔ حضور ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی اور رُخِ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ایک انصاری صحابی بھی اس وقت بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا **انفق ولاتخش من ذی العرش اقلالاً** اے اللہ کے پیارے رسول ! بے دریغ خرچ کیجئے اور عرش والے پروردگار سے قلت کا خوف مت کیجئے۔ یہ سن کر حضور ﷺ خوشی سے ہنس پڑے۔ چہرۂ مقدس پھول کی طرح شگفتہ ہو گیا۔ ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی للہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سخاوت میں جواب نہیں اور رمضان المبارک میں تو آپ کا دریائے کرم انتہائی طغیانیوں پر آ جاتا تھا۔ جب جبرئیل علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو آپ کو تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ سخی دیکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس اتنی بکریاں تھیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ بھری ہوئی تھی۔ آپ نے وہ ساری بکریاں اسے عطا فرما دیں۔ جب وہ اپنے قبیلے میں پہنچا تو قبیلے والوں سے کہنے لگا۔ بھائیو! مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ اتنی سخاوت کرتے ہیں کہ مال کے ختم ہونے کا اندیشہ دل میں لاتے ہی نہیں۔

کتنے ہی مواقع پر آپ نے سو سو اونٹ تک مرحمت فرما دیئے تھے۔ آپ نے صفوان بن سلیم کو (۱۰۰) سو اونٹ مرحمت فرمائے بلکہ اتنے ہی دوسری دفعہ اور اتنے ہی تیسری مرتبہ دیئے۔

آپ کی سخاوت کا یہی عالم اعلان نبوت سے پہلے بھی تھا۔ ورقہ بن نوفل کہا کرتے تھے آپ بھاری کنبے والوں اور مجبور لوگوں کی کفالت فرماتے اور محتاجوں کے لئے مال کماتے ہیں۔ آپ نے قبیلہ ہوزن والوں کے چھ ہارے جنگی قیدی انہیں بغیر کسی معاوضے کے واپس کر دیئے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا سونا مرحمت فرمایا کہ وہ اسے اٹھا بھی نہ سکے۔

معوذ بن عفرا رضی للہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے طباق میں رکھ کر تازہ کھجوریں اور چھوٹی چھوٹی ککڑیاں بارگاہ رسالت میں پیش کیں۔ آپ نے مجھے ایک ہتھیلی بھر سونا مرحمت فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی آنے والی کل کے لئے ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ سرور کون و مکاں ﷺ کے جود و سخا کے بے شمار واقعات مروی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کسی غرض کے تحت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا آپ نے نصف وسق غلہ کسی سے ادھار لے کر اسے مرحمت فرما دیا۔ جب قرض خواہ نے آپ سے تقاضا کیا تو آپ نے اسے پورا وسق عطا فرمایا اور بتا دیا کہ نصف تمہارا قرضہ ہے اور نصف ہماری عطا ہے۔ (شفا شریف)

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر آئی' اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میں نے اپنے ہاتھ سے تیار کی ہے اور آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ آپ کو ضرورت تھی اس لئے آپ نے وہ چادر لے لی' پھر آپ ہماری طرف چلے اور اسی چادر کو بطور تہ بند باندھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کیا کہ کیا اچھی چادر ہے' یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اُٹھ گئے پھر لوٹ آئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس چادر کا سوال کیا' حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال ردنہیں فرماتے۔ اس صحابی نے کہا: واللہ العظیم! میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ جس دن میں مر جاؤں یہ چادر میرا کفن بنے۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی۔ (بخاری شریف)

ایک روز نمازِ عصر کا سلام پھیرتے ہی حضور ﷺ اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے اور جلدی نکل آئے۔ صحابہ کرام کو تعجب ہوا' آپ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آ گیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے مجھے پسند نہ آیا کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہے اس لئے جا کر اسے تقسیم کرنے کے لئے کہہ آیا ہوں۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک کافر' حضور ﷺ کا مہمان ہوا۔ آپ کے حکم سے اس کے لیے ایک بکری دوہی گئی (دودھ نکالا گیا)۔ وہ اس کا دودھ پی لیا' دوسری دوہی گئی' وہ اس کا دودھ پی گیا' پھر ایک اور دوہی گئی اور اس کا دودھ بھی پی گیا' اسی طرح اُس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا۔ صبح جو اُٹھا تو اسلام لایا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اُس کے لئے ایک بکری دوہی جائے' وہ اس کا دودھ پی گیا' پھر دوسری دوہی گئی مگر وہ اس کا دودھ تمام نہ پی سکا۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ مومن ایک انتڑی میں پیتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں پیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ آپ کسی شخص سے ایک چیز خریدتے' قیمت چکا دینے کے بعد وہ اُسی کو یا کسی دوسرے کو عطا فرماتے چنانچہ آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے ایک اونٹ خریدا پھر وہی اونٹ اُن کو بطور عطیہ عنایت فرمایا۔ اسی طرح ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے اونٹ خرید کر پھر بطورِ عطیہ اُن کے صاحبزادہ کو عطا فرمایا۔ (بخاری شریف)

ملّت مشائخ و بزرگان دین اپنی دُعاؤں اور وظائف میں حضور ﷺ سے سوال کرتے ہیں۔

☆ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں :

یارحمة للعٰلمین ادرك لزین العابدین محبوس ایدی الظلمین فی موکب والمزدحم

اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو وہ اس ازدحام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے

☆ حضرت شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو فالج کا مرض لاحق ہوا' نصف جسم بیکار ہو گیا۔ آپ نے حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں قصیدہ لکھ کر سوال کیا' اس قصیدۂ بردہ کا ایک شعر آپ بھی سن لیں' ان شرک سازوں کے فتوؤں کی حقیقت کھل جائے گی۔

یااکرم الخلق ما لی من الوذبہٖ   سواك عند حلول الحادث العمم

اے ساری مخلوق سے زیادہ بہتر، میرا آپ کے سوا کوئی نہیں جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت۔ (اے ساری مخلوق سے زیادہ سخی، مصائب وآلام کے وقت حضور کے بغیر میں کس کے دامن میں پناہ لوں)۔

☆ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان میں حضور ﷺ سے سوال کرتے ہیں:

یااکرم الثقلین یاکنزالوریٰ   جدلی بجودك ارضنی برضاك

انا طامع بالجود منك لم یکن   لابی حنیفة فی الانام سواك

اے موجودات سے اکرم اور نعمتِ الٰہی کے خزانے، جو اللہ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی آپ راضی فرمائیے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں، آپ کے سوا ابوحنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں۔ اس میں حضور ﷺ سے صریح مدد لی گئی ہے۔

یا سید السادات جئتك قاصدا   ارجو رضاك واحتمی بحماك

اے پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں، آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ ان اشعار میں حضور ﷺ سے سوال ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا   نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اے مکی شہنشاہ آپ کی سخاوت اور مہربانی کا کیا ٹھکانہ کہ کسی بھکاری نے آپ کی زبانِ اقدس سے انکار نہیں سنا۔ آپ کی زبانِ مبارک پر کلمہ شریف کے سوا لفظ (**لا** بمعنی نہیں) نہیں آیا۔ واہ کیا بات ہے، اے حبیبِ کبریا ﷺ آپ کے جود وعطا کا کیا کہنا، آپ کے جود وسخا کا یہ عالم ہے کہ بن مانگے بھکاریوں کو خود بخود مل رہا ہے انہیں سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ اپنے سائل کو اتنا عطا فرماتے ہیں کہ خود اُسے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اُسے کیا اور کتنا ملا ہے اور اُسے محسوس تک بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیسے ملا اور کس طرح ملا۔

بخاری شریف میں ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **کان اجود الناس وکان اجود من الریح المرسلة ومارو سائلا قطا وما سئل عن شئ فقال لا** تمام لوگوں سے زیادہ جود وسخا والے تھے آپ کی بخشش تیز آندھی سے زیادہ رواں دواں تھی

آپ نے کبھی کسی سائل کو نہ نہیں فرمایا۔ (ہر مانگتا مُنہ مُنہ مانگی مُراد پاتا' کوئی بھی آپ کے درِاقدس سے محروم نہ جاتا۔ آپ کسی کے سوال کو رد نہیں فرماتے)۔

بارگاہِ رسالت ﷺ کا گستاخ و بدبخت سائل : بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور حضور انور ﷺ اموالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ قبیلہ بنوتمیم کا ایک سائل ذوالخویصرہ' حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور نہایت گستاخانہ جسارت کے ساتھ کہنے لگا کہ آپ انصاف سے مالِ غنیمت تقسیم کیجئے ۔۔حضور نبی پاک ﷺ نے اس گستاخانہ جملے پر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر میں انصاف نہ کروں تو اس دُنیا میں کون انصاف کرنے والا ہے۔ اگر میں انصاف نہ کروں تو یقیناً تو محروم و نامراد ہو جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُس سائل کی یہ گستاخی برداشت نہ ہو سکی' وہ فرطِ غضب میں اپنی تلوار بے نیام کر کے کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت چاہی کہ میں اُس گستاخ کا سر قلم کر دوں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا' اُسے چھوڑ دو یہ اکیلا نہیں ہے اُس کی نسل سے ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو گا جو ایسی نمازیں پڑھیں گے کہ تم اپنی نمازوں کو اُن کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے' وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن اُن کے حلق کے نیچے نہیں اُترے گا' وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار کو چھیدتا ہوا تیر نکل جاتا ہے۔

اُس کی پیشانی پر سجدے کا نشان تھا اور حضور انور ﷺ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اُس گروہ کی علامت سر منڈانا ہے۔اور یہ گروہ روپ بدل بدل کر نکلتا رہے گا یہاں تک کہ اُس کا آخری دستہ دجّال کے ساتھ نکلے گا وہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ (وہابی[اہلحدیث' دیوبندی' تبلیغی' جماعت اسلامی] فرقہ کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے)

﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ اور اپنے رب کریم کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو رب تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو تین قسم کی نعمتیں عطا فرمائیں۔ ظاہری نعمتیں جن

کے عام اعلان کا حکم دیا گیا جیسے نبوت وشفاعت وغیرہ کہ اُن کے ماننے پر لوگوں کا ایمان موقوف ہے (۲) نعمت خفیہ جن کے خاص اظہار کی اجازت دی گئی ہے جن کی پہچان سے لوگوں کو عرفان ملتا ہے (۳) نعمت سریہ جو رب تعالیٰ کا مخصوص انعام ہے جس کے اظہار کی بالکل اجازت نہیں، یہ اسرارِ الٰہی میں سے ہے فرماتا ہے ﴿فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی﴾ (النجم) (پس وحی کی اللہ نے اپنے محبوب بندے کی طرف جو وحی فرمائی)۔ یہاں پہلی دو قسم کی نعمتیں مراد ہیں، چونکہ جو کچھ حضور کو رب نے فرمایا، اپنے فضل سے دیا، اس لئے اسے نعمت فرمایا یعنی انعام۔ زبان سے، عمل سے، حال سے، رب کی نعمتیں ظاہر کرو کہ یہ رب کا شکر ہے اور اس پر لوگوں کا ایمان وعرفان موقوف ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ مسلمانوں کو صورت وسیرت اسلامی رکھنی چاہئے کہ اس میں رب کی نعمت یعنی اسلام کا اظہار ہے۔ دوسرے یہ کہ میلاد شریف، گیارہویں شریف، عرس بزرگان بہترین اعمال ہیں کہ ان میں حضور کی ولادت اور اولیاء اللہ کا چرچا ہے یہ حضرات اللہ کی نعمت ہیں، تیسرے یہ کہ حضور کی نعت گوئی بہترین عبادت ہے کہ حضور کے محامد ہمارے لئے رب کی نعمتیں ہیں، اُن کا چرچا رب کی نعمتوں کا چرچا ہے اللہ نصیب ہے۔ (نور العرفان)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جو فضل وکرم فرمائے اس کا ذکر اور اظہار بھی شکر ہے **والتحدیث بنعم الله والاعتراف بها شکر** (قرطبی)

اس آیت میں نعمت سے مُراد کونسی نعمت ہے؟ علامہ آلوسی فرماتے ہیں **والظاهر ان المراد بالنعمة ما افاضه الله تعالیٰ علیٰ نبیه ﷺ من فنون النعم التی من جملتها ماتقدم** (روح المعانی) یعنی اس نعمت سے مراد وہ گوناگوں نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر فرمائی جن میں سے چند وہ ہیں جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔

چنانچہ سرورِ کون ومکاں، فخرِ زمین وزماں ﷺ ان انعامات کا ذکر واظہار فرمایا کرتے جن سے آپ کے رب کریم نے آپ کو بڑی فیاضی سے نوازا ہے۔ بے شمار احادیث میں سے صرف ایک حدیث سُن لیں، ایمان تازہ ہو جائے گا۔ **عن ابی سعید قال قال رسول الله تعالیٰ علیه واله وسلم انا سید ولد آدم یوم القیامة ولافخر۔ وبیدی لواء الحمد ولا**

فخر ۔ وما من نبی یومئذ آدم ومن سواہ الا تحت لوائی ۔ وانا اول من تنشق عنہ الارض ولا فخر ۔ (ترمذی شریف، مشکوۃ شریف) حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار میں ہوں گا یہ بات میں فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے، اُس روز حمد کا پرچم میرے دستِ مبارک میں ہوگا، یہ بات میں فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے، اُس دن تمام نبی آدم علیہ السلام اور اُن کے علاوہ جتنے ہیں سب کو میرے پرچم کے نیچے پناہ ملے گی اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے میں باہر آؤں گا، یہ بات فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ اظہارِ حقیقت ہے۔

سیدنا غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات بھی اظہار حقیقت ہیں آپ نے فرمایا ہر ولی کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے اور میں حضور کے نقشِ قدم پر ہوں جو کمالاتِ صوری اور معنوی کے ماہِ چہاردہم ہیں، نیز آپ کا یہ ارشاد کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مدارجِ قرب کا جو ذکر کیا ہے اور اپنے آپ کو مجدد اور قیوم کہا ہے یہ اقوال بھی اسی زمرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہر نعمت کا شکر واجب ہے اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اس نعمت کو منعم کی رضا میں صرف کیا جائے۔ نعمتِ مال کا شکر یہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خلوصِ نیت کے ساتھ اُسے خرچ کرے۔ صحت کی نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرے اور گناہوں سے بچتے رہیں اور علم وعرفان کی نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ جاہلوں کو علم سکھائے اور گم کردہ راہوں کو راہِ راست پر گامزن کرے۔

تحدیثِ نعمت: رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

حضور ﷺ، اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت ہیں جو بطور تحفہ مخلوق کو دیئے گئے۔ مسلمانو! یہ خدائی تحفہ تمہارے پاس آیا ہے نہ کہ کفار اور منافقین کے پاس ۔۔۔ بڑی نعمت بڑوں کو ملتی ہے۔

حضور ﷺ کی ذات تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے، اس کی چند وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ ساری نعمتیں فانی ہیں، ہاتھ، پاؤں، مال و دولت ایک وقت سب جواب دے جاتے ہیں مگر یہ نعمت دین و دُنیا میں باقی رہے گی کبھی ختم نہیں ہوگی، دوسرے یہ کہ دین و دُنیا کی تمام

نعمتیں انہیں کی طفیل ہیں **لَولَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ** اے حبیب ﷺ اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ آسمانوں کو پیدا نہیں فرماتا (ساری کائنات کی تخلیق حضور ﷺ کیوجہ سے ہوئی ہے) یہ حدیث صحیح ہے دیکھو موضوعات کبیر مصنفہ ملا علی قاری' تیسرے یہ کہ ساری نعمتیں صحیح استعمال ہوں تو رحمت ورنہ زحمت۔ مال' دولت اور اعضاء ہمارے لئے ثواب بھی ہیں اور باعث عذاب بھی' اُن کا صحیح استعمال سکھانے والے حضور ﷺ ہی ہیں تو گویا کہ آپ نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں۔ چوتھے یہ کہ ہمارے اعضاء قیامت میں ہمارے عیب کھولیں گے اور ہمارے خلاف گواہی دیں گے لیکن حضور ﷺ ہمارے عیب چھپائیں گے۔

نعمت عظمیٰ اور احسان عظیم : ﴿**لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا**﴾ (آل عمران/١٦٤) یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا جب اس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے۔

یہ آیت کریمہ حضور ﷺ کی کھلی ہوئی نعت ہے۔ کیونکہ خدائے قدوس نے انسان کو اس قدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ اُن کا شمار بھی انسان نہیں کر سکتا' اور ہر نعمت ایسی قیمتی ہے کہ دُنیا کے خزانے خرچ کردو مگر ایسی نعمت نہ بن سکے۔ آنکھ' کان' ناک' ہاتھ پاؤں' زمین وآسمان' چاند سورج' ہوا' پانی وغیرہ ہر نعمتِ الٰہی کا یہ ہی حال ہے۔ پھر جسم میں بے شمار بال اور ہر بال میں بے شمار نعمتیں ہیں اور ہر نعمت ایسی کہ اس کے بغیر زندگی مشکل ہے۔ یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ساری کائنات ان کی قیمت نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمتیں مفت عطا فرمائی ہیں۔ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہوسکتا۔۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے : ﴿**وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا**﴾ (اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے) لیکن قرآن مجید میں ان نعمتوں کا جگہ جگہ ذکر تو فرمایا مگر اس طریقہ سے احسان جتا کر ذکر نہ فرمایا کہ مسلمانو! تم کو ہاتھ پاؤں یا چاند سورج یا زمین وآسمان یا پانی ہوا دیئے تم پر احسان کئے مگر کلمہ مَنَّ فرمایا یعنی احسان جتایا تو صرف اس نعمت کا کہ ہم نے مسلمانوں پر بے شک احسان فرمایا کہ اُن کو اپنا پیارا محبوب دے دیا اُن کی ہدایت کے لئے'

جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔

وہ آئے جن کے آنے کے لئے سب انبیاء آئے وہ آئے جن کے باعث بن کے یہ کون ومکاں آئے

حضور انور ﷺ کی تشریف آوری سارے جہانوں پر ہی نعمت اور احسان ہے' مگر چونکہ اس سے پورا اور دائمی فائدہ مسلمانوں نے ہی اُٹھایا' اس لئے خصوصیت سے یہاں انہی کا ذکر ہوا' دیکھو حضور انور ﷺ کی برکت سے دُنیا میں عذاب الٰہی آنا بند ہوئے بلکہ مخلوق کو بارشیں اور روزیاں ملنا حضور انور ﷺ ہی کے طفیل ہے' جن سے کفار اور جانور بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر یہ فائدے موت کے بعد ختم ہو جائیں گے۔ مسلمانوں نے ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ حضور انور ﷺ سے ایمان وعرفان بھی لیا' جو نعمت لازوال ہے' اس لئے ﴿**عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ**﴾ فرمایا گیا۔ رب تعالٰی کے بندوں پر کروڑوں احسانات ہیں' مگر بڑا احسان اسی وقت ہوا جب یہ رسول بھیجا۔ رب تعالٰی نے احسان کیا کہ ان میں رسول بھیجا' نیست کو ہست کرنا خلق کہلاتا ہے' اور جو پہلے موجود ہوا سے اپنے کام یا پیغام کے لئے کہیں بھیجنا بعث' چونکہ نبی کریم ﷺ پیدائش میں سب سے پہلے ہیں' مگر تشریف آوری میں سب نبیوں کے بعد' اور یہاں تشریف آوری کا ہی ذکر ہے۔ نیز سب لوگ دُنیا میں اپنے کام کے لئے آئے اور حضور ﷺ رب تعالٰی کے کام کے لئے' نیز سب لوگ عالمِ ارواح سے یہاں آئے اور حضور ﷺ خاص بارگاہِ اقدس سے' اس لئے خلق نہ فرمایا بلکہ **بَعَثَ** فرمایا' اسی بنا پر ہم صرف مخلوق ہیں مگر حضور ﷺ مخلوق بھی ہیں مبعوث بھی۔۔۔ ہمیں مبعوث نہیں کہا جا سکتا۔ حدیث پاک ہے **کنت اول الناس فی الخلق واٰخرھم فی البعث** میں تخلیق کے اعتبار سے تمام انسانوں سے اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر (السراج المنیر شرح جامع صغیر) حضور انور ﷺ کی ولادت مکہ معظّمہ میں ہوئی' قریش وبنی ہاشم میں ہوئی' مگر بعثت سارے عالم اور سارے مومنین میں ہوئی۔ سورج رہتا چوتھے آسمان پر ہے مگر چمکتا ہے سارے جہاں پر' دن ہر جگہ نکال دیتا ہے' چراغ ہر جگہ کے گل کرا دیتا ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ زمین پر سورج چمکا' ایسے ہی نبوّت کا سورج رہا تو مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ میں' مگر چمکا ہر مومن کے دل اور سینہ میں۔ اس لئے

صوفیائے کرام وجد کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں:

سُنا ہے رہتے ہیں دولہا فقط مدینہ میں — غلط ہے رہتے ہیں وہ عاشقوں کے سینہ میں
کون سی جگہ ان کے عاشقوں سے خالی ہے — ہر جگہ ہے پروانے شمع ہے مدینہ میں

اللہ تعالیٰ نے سارے عالم پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً بڑا ہی احسان فرمایا کہ اُن ہی میں ایک ایسا شاندار رسول بھیجا جو اُن ہی میں سے ہے نہ کہ جنّات اور فرشتوں میں سے...... جس کے باعث اُن کی عزت وعظمت کو چار چاند لگ گئے۔ جن کی وجہ سے انسانیت' ملکیّت پر بھی فخر کرے گی:

انسانیت کو فخر ہُوا تیری ذات سے — بے نور تھا خرد کا ستارہ ترے بغیر

یا وہ رسول مسلمانوں کی جانوں کے قبیلہ سے ہیں کہ جیسے جان ہر عضو کی خبر رکھتی ہے' ہر عضو کو فیض دیتی ہے' مگر آنکھوں سے نہاں رہتی ہے' ایسے ہی وہ رسول تمہارے ہر حال سے خبر دار ہیں' رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَاعَنِتُّمْ﴾ تمہاری مشقت یا مصیبت ان پر گراں ہے -- بے خبر پر گرانی کیسی! مگر آنکھوں سے ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ بجز پروردگار انہیں کماحقّہ' کسی نے نہ دیکھا:

جان ہیں' جان کیا نظر آئے — کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں (اعلیٰ حضرت)

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظریوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جان
ہیں مجھ میں ولیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے (حکیم الامت)

اللہ دِکھادے تو میں دِل چیر کے رکھ لوں
وہ صورتِ حق' صورتِ سلطانِ مدینہ (حضرت کامل شطاری)

رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریّت — نہ جانا کچھ بھی کسی نے تجھے بجز ستّار (قاسم نانوتوی)

یہاں تفسیر کبیر نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ کی تشریف آوری چند وجہوں سے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ ایک یہ کہ نفس انسانی بذات خود نیچے گرتا ہے' حضور ﷺ ہی اُوپر اٹھاتے ہیں جیسے ڈھیلا چھوڑ و تو نیچے آئے گا' پھینکو تو اُوپر جائے گا۔۔ دوسری یہ کہ قدرتی طور پر ہر

شخص کے دل میں رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی تڑپ ہے مگر عقل سے یہ بات نہیں معلوم ہوسکتی کہ اسے کیسے راضی کیا جائے۔ حضور انور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے عرب بدترین زندگی گزار رہے تھے عقائد' اعمال' اخلاق' غذاؤں وغیرہ میں تمام دُنیا سے گرے ہوئے تھے۔۔ جانور بھی اپنے بچے کو خود نہیں مارتا' مگر وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے ۔۔حضور انور ﷺ کی برکت سے یہی لوگ تمام دُنیا سے افضل ہو گئے' اُنہی میں سے عالم' زاہد' عابد...... بلکہ صدیق و فاروق بن گئے۔

اہل عرب جیسے گمراہ جنگجو اور جہالت میں گرفتاروں کی مثال نہیں مل سکتی۔ بھلا حد ہوگئی کہ شرفاء اپنی لڑکیوں کو اس لئے قتل کر دیتے تھے کہ ہم خسر نہ کہلائیں' ادنیٰ لوگوں کی ایک نسل کا نکاح اس طرح ہوتا تھا کہ نکاح سے پہلے لڑکی بے شمار لوگوں سے زنا کرائے' جب بچہ ہو تو زانی جمع ہوں جس سے بچہ مشابہ ہو وہی شوہر قرار پائے۔ ایسی قوم کو اس ہادی برحق ﷺ نے صرف دس برس کی تبلیغ سے ایسا درست کیا کہ چوروں کو پاسبان' ڈاکوؤں کو رعایا کا نگہبان اور بت پرستوں کو خدا پرست بنا دیا' حالانکہ پہاڑ اکھیڑ دینا اور دریا کا رُخ پلٹ دینا آسان ہے مگر بگڑی قوم کو بنانا مشکل' تمام عالم پر حضور ﷺ کا احسان ہے مگر اہل عرب پر خاص کرم۔

اگرچہ حضور ﷺ ہماری آنکھوں سے پردہ میں ہیں مگر اُن کے فیوض و برکات کا دریا اسی طرح بہہ رہا ہے جس طرح پہلے تھا بلکہ اولیاء اقطاب بعد دفن بھی زندہ ہیں' مومنین کے لئے باعث رحمت وقوت ہیں اسی لئے فرمایا گیا ﴿**وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَات**﴾ اموات جمع میت کی ہے۔ میت اس مُردار کو کہتے ہیں جس سے بعد موت کوئی نفع نہ ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ شہیدوں کو خواہ وہ تلوار آہنی سے شہید ہوں یا تلوار عشق الٰہی سے' بے کار مُردہ نہ کہو' وہ تو کار آمد بھی ہیں اور زندہ بھی۔ اسی لئے فرمایا ﴿**كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ**﴾ معلوم ہوا کہ اصحاب قبور سے مایوس ہونا کارکفار ہے۔ جب زمین کے نیچے والی بنیاد یا پشتہ دیوار کو ایسا مضبوط بنا دیتا ہے کہ وہ دیوار آندھی اور بارش سے نہیں گرتی' تو زمین کے اندر آرام فرمانے والے شہداء واولیاء زندوں کی پشت بانی ضرور کریں گے۔

ہم تو دنیا میں بنیاد والی دیوار ہیں' ہمارے زندے اُوپر' مردے نیچے۔۔۔مگر تم

بغیر بنیاد دیوار ہو کہ تمہارے زندہ مردے سب ہی اُوپر ہیں۔ اسی لئے قبر کھودنا منع ہے کہ بنیاد کھودنے اور جڑ اکھیڑنے سے دیوار کمزور اور درخت خشک ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ زمان و مکان میں جلوہ گر ہیں اس لئے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے: **اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی** جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی اکرم ﷺ پر سلام کہے (ابن ماجہ، ابوداؤد و سنن کبریٰ)

شفاء شریف میں ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو **السلام علیك ایھا النبی** کہتا ہوں۔ یہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ شرح شفا میں ہے کہ **لان روحه علیه السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام** اس لئے کہ روح مصطفوی ﷺ اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ فرما ہوتی ہے، لہٰذا گھروں میں داخل ہوتے وقت السلام علی النبی کہا کرو۔

مَنّ اور احسان و انعام میں عموم و خصوص مطلق ہے۔ انعام و احسان تو ہر نعمت کو بولا جائے گا مگر مَنّ کسی بڑی نعمت کو ہی کہا جائے گا خدائے قدوس کی بے شمار نعمتیں انسان کو ملیں جن کا ذکر قرآن کریم نے بطور احسان و انعام فرمایا مگر لفظ مَنّ سوائے اس نعمت کے کسی پر نہ بولا، کہ یہ ہی نعمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سے بڑی ہے۔ بادشاہ اپنی شان کے لائق چیز دے کر احسان جتائے گا نہ کہ فقیر کی شان کے لائق نعمت پر۔۔۔ ہاتھ، پاؤں، زمین و آسمان ہمارے لئے بڑی نعمت ہیں مگر شانِ خداوندی کے لئے حضور ﷺ کی بعثت بڑی نعمت ہے۔

لفظ مَنّ پر بعض جہلاء کا اعتراض ہے کہ کوئی چیز کسی کو دے کر احسان جتانا بُرا ہے ﴿لَا تُبْطِلُوا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى﴾ تو خدا نے احسان کیوں جتایا؟ رب اور مربوب کے احکام جُدا ہیں۔۔۔ کوئی بندہ خود کسی پر احسان نہیں کرتا، خدا دلواتا ہے بندہ دیتا ہے۔ اس لئے اگر ہم احسان جتا دیں تو جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حقیقی منعم ہے۔ وہ احسان جتا دے اُس کو لائق ہے، نیز ہم احسان جتائیں گے طعنہ کے لئے، جس سے فقیر کو تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے احسان جتایا تا کہ اس نعمت کی قدر پہچانیں، اگر ہم بھی کچھ دے کر اس لئے احسان جتائیں کہ وہ اس کی قدر کرے، تو جائز ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز تسبیح بتاتے وقت بہت اظہارِ احسان فرمایا۔ دیکھو

مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ التسبیح' ارشاد فرمایا: اے چچا میں تم پر احسان کرتا ہوں جو یہ بتا تا ہوں ۔

نیز آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے ﴿بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی﴾ جس سے معلوم ہوا کہ جس احسان جتانے سے فقیر کو تکلیف ہو وہ منع ہے' اور یہاں مقصود واظہار قدر نعمت ہے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری پر پانچ وجہ سے احسان جتایا: اولاً تو حضور محبوب الٰہی ہیں۔ سب کچھ دے دیا جاتا ہے مگر محبوب دینا تو کیا معنیٰ' دکھایا بھی نہیں جاتا -- روپیہ قفل میں رکھتے ہیں' نہ دکھاتے ہیں نہ بتاتے ہیں۔

ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود مسلمانوں کو محبوب دیا۔ بڑا فضل کیا' دوسری نعمتیں محبوب خُدا نہیں -- معراج میں جانا تعجب کی بات نہیں' محبوب حبیب کے پاس جایا کرتے ہیں۔ ہاں وہاں سے آنا باعث تعجب ہے کہ محبوب بُلا کر واپس فرمائے گئے ۔مگر یہ نعمت مسلمانوں کو ہی ملی نہ کہ کفار کو -- اس لئے احسان صرف مسلمانوں کو جتایا' اگرچہ وہ سب کے لئے رحمت ہیں۔ رسالت سے فائدہ مسلمانوں نے اٹھایا' لہذا فرمایا گیا رب تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں اپنا رسول بھیج دیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی ساری نعمتیں حضور ﷺ کے طفیل وصدقہ میں ہیں حضور ﷺ فرماتے ہیں حدیث قدسی ہے **لو لاك لما خلقت الافلاك** یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو ہم آسمانوں کو پیدا نہ کرتے --- یہ ساری نعمتیں حضور نبی کریم ﷺ کے سبب سے ہے -- تمام دنیا بَراتی ہے اور حضور ﷺ اس کے دولہا :

ہے جہاں میں جن کی چمک دمک ہے چمن میں جن کی چہل پہل
وہ ہی اِک مدینہ کے چاند ہیں سب اُن ہی کے دم کی بہار ہے
بَراتی ہوئے اولیاء انبیاء سب بنے آپ دولہا سلامٌ علیک

تیسری وجہ یہ ہے کہ تمام نعمتیں صرف زندگی میں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ ساری دُنیاوی نعمتیں فانی ہیں -- جہاں آنکھ بند ہوئی تمام رشتے ٹوٹ گئے مال اوروں کا ہو گیا' ہاتھ پاؤں اور سارے اعضاء جواب دے گئے ۔ اگر کسی نے مہربانی کی تو فقط قبر تک' ایمان وعرفان

وغیرہ باقی نعمتیں ہیں' اور یہ حضور انور ﷺ ہی سے ملیں ۔۔ نیز حضور ﷺ ساری نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں کہ اگر اعضاء' اولاد' مال وغیرہ کو حضور انور ﷺ کی تعلیم کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ سب رحمتیں ہیں ورنہ زحمتیں' وہاں جو زندگی میں' قبر میں' حشر میں' جنت میں اور نزع کے وقت ہر جگہ کام آوے وہ میرے مولیٰ' عربی دولہا' جگ کے داتا محبوب رب العلمین ﷺ کی ذات کریم ہے۔ **اللھم ارزقنا الموت علی دینہ** اور فانی نعمتیں باقی نعمتوں کے مقابل ہیچ ہیں۔ ﴿**قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْل**﴾۔

چوتھے یہ کہ ہر نعمت جب ہی نعمت ہے جب اُس کا استعمال صحیح ہو ورنہ زحمت۔ نیز حضور ﷺ ساری نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں کہ اگر اعضاء' اولاد' مال وغیرہ کو حضور انور ﷺ کی تعلیم کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ سب رحمتیں ہیں ورنہ زحمتیں۔۔ تلوار اگر دشمن کو مارے تو رحمت ہے' اگر اپنے کو مارے تو زحمت۔ اسی طرح اگر اعضائے بدن کو کارِ خیر میں لگایا جائے تو رحمت ہیں ورنہ زحمت۔ اور اُن کو صحیح مصرف میں لگانا حضور ﷺ نے بتایا۔ یہی سَر بتوں کے آگے جُھکتا تو جہنم میں لے جاتا۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے آگے جُھکا دیا' جنت میں لے جائیگا۔ لہذا حضور ﷺ کی تشریف آوری دیگر نعمتوں کو نعمت بنانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر دی ہوئی قوت خرچ کرنے کے لئے ہے۔ اس میں سے کسی کو معطل کر دینا فطرت کو بگاڑنا ہے جیسے ہندوؤں کے سادھوؤں اور عیسائیوں کے پادریوں اور ننوں نے کیا کہ بغیر نکاح کے رہے .... نتیجہ معلوم ہے۔ اسلام نے سب قوتوں کو اپنی جگہ خرچ کرایا' آنکھ سے دیکھو مگر غیر عورت کو نہیں' شہوت خرچ کرو مگر اپنی بیوی پر۔۔۔ یہ تمام باتیں حضور ﷺ نے سکھائیں۔

پانچویں یہ کہ تمام اعضاء اور مال بڑھاپے میں وبال جان بن جاتے ہیں کہ جواب دے دیتے ہیں' اولاد بھی گھبراتی ہے کہ یہ بوڑھا کب مرے۔ قیامت میں یہ ہی اعضاء ہمارے عیوب ظاہر کریں گے ﴿**وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون**﴾ ہمارے اعضاء قیامت میں ہماری شکایتیں کر کے پردہ دری کریں گے' مگر حضور ﷺ ہماری سفارش اور پردہ پوشی فرمائیں گے:

ربّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود　　حق تعالیٰ کی منّت پہ لاکھوں سلام
مجرم کو بارگاہِ عدالت میں لائے ہیں　　تکتا ہے بے کسی میں تری راہ لے خبر

نعمت الٰہی کا شکریہ اور اس کا اظہار ضروری ہے۔ جب اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے تو حضور ﷺ کا چرچا کرنا بھی ضروری ہوا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ رب تعالیٰ کی نعمت کی خوشیاں منانے کا حکم ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذَالِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔ شروع اسلام میں عاشورہ کا روزہ اس لئے فرض کیا گیا تھا اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی۔ حضور ﷺ ہر دوشنبہ کو اس لئے روزہ رکھا کرتے تھے کہ وہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ اسی دن نبوت عطا ہوئی‘ پہلی وحی آئی۔۔قرآن پاک نے ماہ رمضان کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی کہ اس میں قرآن کریم کا نزول ہے۔ فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِئ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰن﴾ نیز فرمایا ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِئ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ جب شب قدر نزولِ قرآن کی وجہ سے ہزار مہینوں سے افضل ہے تو جس رات صاحبِ قرآن کی ولادت ہوئی وہ بھی بہت بابرکت ہوگی۔

محفلِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ: قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات پر اس کا شکر ادا کرو۔۔ارشاد خداوندی ہے۔

﴿فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلاٰلاً طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (سورۃ النحل ۱۱۴) ’پس کھاؤ اس سے جو رزق دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو حلال اور طیب ہے اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا‘ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو‘

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَاللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (سورۃ العنکبوت ۱۷) ’پس طلب کیا کرو اللہ تعالیٰ سے رزق کو اور اس کی عبادت کیا کرو اور اس کا شکر ادا کیا کرو اُس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے‘

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بھی مختلف دلنشیں اسالیب سے بیان فرمایا ہے کہ اگر تم اس کی

نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان میں اور اضافہ کر دے گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو اس کے شدید عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔ارشاد خداوندی ہے ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾(ابراہیم/۷) اور یاد کرو جب (تمہیں) مطلع فرمایا تمہارے رب نے (اس حقیقت سے) کہ اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔

المختصر بے شمار آیات ہیں جن میں انعامات الٰہی پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
اور کثیر التعداد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار جھنجھوڑ کر یہ بتایا ہے کہ اگر تم ان نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو ان میں مزید اضافہ کر دیا جائے گا اور جو کفران نعمت کے مرتکب ہوں گے اُن کو ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا اور عذاب الیم کی بھٹی میں جھونک دیا جائے گا۔

پانی، ہوا اور روشنی، کان، آنکھیں اور دل، صحت، شباب اور خوشحالی ۔۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور ان پر شکر کرنا واجب ہے۔ جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکر ادا کرنا لازمی ہے تو خود بتایئے اس رحمت مجسم ہادی اعظم محسن کائنات ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا اس احسان سے کوئی اور احسان بڑا ہے؟ اس نعمت سے کوئی اور نعمت عظیم ہے؟ جس ذات والا صفات نے بندے کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ استوار کر دیا۔ جس نے انسانیت کے بخت خوابیدہ کو بیدار کر دیا جس نے اولاد آدم کے بگڑے ہوئے مقدر کو سنوار دیا جو کسی خاندان، قبیلے قوم، ملک اور زمانہ کے لئے رحمت بن کر نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لئے ابر رحمت بن کر برسا، جس کی فیض رسانی زماں و مکاں کی قیود سے آشنا نہیں، جو ہر تشنہ لب کو معرفت الٰہی کے آب زلال سے سیراب کرنے کے لئے تشریف لایا۔ ہر گم کردہ راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے آیا۔ کیا اس نعمت عظمیٰ اور ابدی احسان پر شکر ادا کرنا ہم پر فرض نہیں؟ کیا خداوند کریم کے اس خلق بے پایاں پر اس کا شکر ادا کر کے اس کے وعدہ کے مطابق ہم اس کی مزید نعمتوں کے مستحق قرار نہیں پائیں گے؟ اور جو اس جلیل القدر انعام پر سپاس گزار نہ ہو گا وہ غضب و عتاب الٰہی کی وعید کا ہدف نہیں بنے گا؟

سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ کی آمد وہ عظیم المرتبت انعام ہے جس کو منعمِ حقیقی نے اپنی قدرت کی زبان سے خصوصی طور پر علحدہ ذکر کیا ہے۔

﴿لَقَدْ مَنّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انھیں میں سے' پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وحِکمت) اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

اس انعام کی خصوصی شان یہ ہے کہ دیگر انعامات اپنوں اور بیگانوں' خاص اور عام' مومن اور کافر سب کے لئے ہیں۔ اور اس لطف وکرم سے صرف اہل ایمان کو سرفراز فرمایا۔ غلامانِ مصطفٰی علیہ اجمل التحیہ واطیب الثنا ہر زمانہ میں اپنے رب کریم کی اس نعمت کبریٰ کا شکر ادا کرتے آئے ہیں۔ زمانے کے تقاضے کے اعتبار سے شکر کے انداز گو مختلف تھے لیکن جذبہ تشکر ہر عمل کا روح رواں رہا۔ اور جو خوش بخت اس نعمت کی قدر و قیمت سے آگاہ ہیں وہ تا ابد اپنی فہم اور استعداد کے مطابق اپنے رحیم وکریم پروردگار کا شکر ادا کرتے رہیں گے۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ جب کسی کو کسی انعام سے بہرہ ور کیا جاتا ہے تو اس کا دل مسرت وانبساط کے جذبات سے معمور ہو جاتا ہے۔ اس کی نگاہ میں اس نعمت کی جتنی قدر و قیمت اور اہمیت ہوگی اسی نسبت سے اس کی مسرت وانبساط کی کیفیت ہوگی' لیکن جس چیز کے ملنے پر خوشی کے جذبات میں تلاطم پیدا نہیں ہوتا تو اس کا واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی اس شخص کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ اگر یہ چیز اُسے نہ ملتی تب بھی اسے افسوس نہ ہوتا۔ مل گئی ہے تو اسے کوئی خوشی نہیں۔۔ شمع جمال مصطفوی کے پروانے ایسے قدر نا شناس نہیں۔۔۔نبوت کا ماہِ تمام طلوع ہوا تو ان کی زندگی کے آنگن میں مسرتوں اور شادمانیوں کی چاندنی چٹکنے لگی ان کے دلوں کے غنچے کھل کر شگفتہ پھول بن گئے وہ یہ جانتے ہوئے اور تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ اس احسان عظیم پر شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے پھر بھی وہ اپنی سمجھ کے مطابق بارگاہ رب العزت میں سجدہ شکر میں گر گئے اس کی حمد وثنا کے گیت گانے لگے اور اس کے محبوب کریم ﷺ کے حسن سرمدی پر اپنے دل وجان کو نثار کرنے لگے۔ (ضیاء النبی ﷺ) ☆☆☆﴾

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصانیف

خواتین اسلام کے لئے انمول تحفہ ...... عورتوں کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا

خواتین کے لئے قرآن وسُنت کی روشنی میں صحیح عقائد

اعلیٰ اخلاق اور نیک اعمال کا بے مثال مجموعہ

کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے بہترین راہنما کتاب

مشکل الفاظ اور فقہی اصطلاحات کے لئے انگریزی کا استعمال

گلدستہ خواتین جس میں جدید مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے

زندگی و بندگی کے خصوصی مسائل کا خزانہ

سُنّی بہشتی زیور اشرفی

اعلیٰ معیار کی کتابت وطباعت کے ساتھ منظرِ عام پر آتے ہی مقبولیت حاصل کرچکی ہے

سُنت و بدعت : سنت کی فاضلانہ تشریح اور بدعات ومنکرات ایک محققانہ جائزہ

صاحبِ شریعت حضور ﷺ کے کلام میں 'سنت و بدعت' دو مختلف ومتقابل چیزیں ہیں' اسی لئے اُن میں سے کسی ایک کا تعین اُس کی ضد کے تعین پر موقوف ہے۔ اگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ بدعت کسے کہتے ہیں وہ سنت کو نہیں سمجھ سکتا۔ جو کام حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہوگا وہ سنت میں داخل ہوگا اور جو کام حضور ﷺ کے طریقے اور سیرت کے خلاف ہوگا وہ بدعت میں داخل ہوگا۔ اسلام میں کارِ خیر کا ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے اور بُرے کام نکالنا گناہ کا موجب۔ (جدید اڈیشن منظرِ عام پر آچکا ہے)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)